قسط 5

وہ اِس وقت اپنے آفس میں موجود تھا۔واصف ہمیشہ کی طرح گھر واپس جانے سے پہلے اُس سے ملنے آیا تھا۔شارم نکاح کے اگلے روز سے ہی اپنی روٹین میں واپس آچکا تھا۔گھر رہ کر بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔سارہ تھی نہیں اور اُسکی نئ نویلی دلہن کسی کو بھی وقت دینے سے زیادہ سونا پسند کرتی تھی۔دوپہر تک سونا اُسکا معمول بن چکا تھا۔وہ اُنکے ساتھ بس ڈنر پر موجود ہوتی تھی۔شارم نے کوئی روک ٹوک نہیں کی تھی نہ ہی زہرا کو کچھ کہنے دیتا تھا۔اُس کے لیے یہی کافی تھا کہ راوی چین لکھ رہا تھا۔

واصف اِس وقت اُس سے کنزیٰ کا سکول بدلنے کے متعلق مشورہ کر رہا تھا جب شارم اپنے موبائل پر آتی کال کی طرف متوجہ ہوا۔

"السلام و علیکم۔"

"جی ہیلو۔کون بات کر رہا ہے؟"

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔
مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications
Whatsapp : 03335586927
Email : aatish2kx@gmail.com

انجان نمبر دیکھتے اُس نے جھنجھلا کر دوسری دفعہ پوچھا۔

"شارم میں ہوں، زرمین"

دوسری طرف سے روتی ہوئی آواز میں بتایا گیا۔اُس نے شارم کا نمبر کہاں سے لیا۔؟ وہ اِس سوال پر ضرور حیران ہوتا اگر دوسری طرف وہ رو نہ رہی ہوتی۔

"سب خیرت ہے ناں زرمین؟"

"رو کیوں رہی ہو؟"

وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔زرمین کا نام سنتے واصف کا دل الگ ہی انداز سے دھڑکا۔اور اُسکے رونے کا سنتے وہ جو شارم کے ٹیبل پر تقریباً لیٹا ہوا تھا فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔ماتھے پر تفکر کی لکیریں تھیں۔

"عشمیرہ نے کچھ کہا ہے کیا؟"

اُسکے مسلسل رونے پر شارم نے خود ہی اندازہ لگایا۔اُسکے نزدیک اپنی بیوی کے علاوہ اور کون مشکوک ہو سکتا تھا؟

"نہیں شارم۔"

"وہ.....وہ مجھے"

"خضر کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

بھرائی آواز میں بولتی وہ بات کرنے کیساتھ ہچکچا بھی رہی تھی۔

"ریلیکس ہو کر بلا جھجھک بات کرو زرمین۔"

شارم بھی سیدھا ہو بیٹھا تھا۔واصف کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔اُسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ شارم سے موبائل لے کر خود بات کرنے لگتا۔شارم نے ایک نظر اُسے دیکھا جس کے تاثرات اُسکی شکل پر

بڑے واضح درج تھے۔وہ اُسے کال اسپیکر پر ڈالنے کے اشارے کر رہا تھا پہلے تو شارم دانستہ نظر ہٹا گیا مگر واصف کے مسلسل اشاروں پر اُسے اُسکی بات ماننا پڑی۔

"اصل میں ابو سے بات نہیں کر سکتی۔میں نہیں چاہتی کہ وہ مجھ سے کبھی شرمندہ ہوں۔"

دوسری طرف بھیگتی آواز پر قابو پاتے وہ بول رہی تھی۔

"پھر صرف چاچو یا فرہاد ہی رہ جاتا ہے۔اُن سے بات کی تو بھی ابو تک ہی پہنچے گی۔"

آواز پھر بھرا رہی تھی۔وہ کافی پریشان لگ رہی تھی۔

"میں سمجھ رہا ہوں زرمین۔تم بس مجھے اپنا بھائی سمجھو۔کُھل کر بات کرو۔"

واصف کے ماتھے پر ابھرتی تفکر کی لکیریں اب شارم کے پیشانی پر بھی جال بچھا چکی تھیں۔

"اُس دِن تمہاری طرف سے واپسی پر خضر مجھے گھر چھوڑ کر خود اپنے دوستوں کے پاس چلے گئے تھے۔"

"کہاں؟" شارم نے اچنبھے سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔مجھے کہہ کر گئے تھے کہ شام تک آ جائیں گے مگر اُس دن سے نہیں آئے۔"

بڑی خاموشی سے اُسکے آنسو بہہ نکلے تھے۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس)اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"کال کی اُسے؟"

"اُسی شام سے کر رہی ہوں پر اُنکا نمبر بند جا رہا تھا۔ابھی چند منٹ پہلے پھر کال کی تو اُنکا نمبر اُنکے کسی دوست نے اٹھایا تھا۔لوکیشن نوٹ کروا کر کہہ رہا تھا زیادہ جلدی ہے تو آ کر لے جاؤ اپنے شوہر کو اُسکی حالت خود ڈرائیو کرنے والی نہیں ہے۔"

وہ ناجانے اُسکی حالت کو کون سی حالت سمجھ بیٹھی تھی تبھی سارا مدعا سنا کر زاروقطار رونے لگی تھی۔ دوسری طرف واصف اُسکی حالت کی نوعیت سمجھتے تھکی ہوئی سانس خارج کرتا کرسی کی پشت پر ڈھے گیا۔بیچاری زرمین کہاں پھنس گئی تھی۔

"اوفوہ رونے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو گا نا۔"

شارم جھنجھلایا

"جہاں گیا ہے وہ اُسے وہیں رہنے دو۔جانے کا پتہ ہے اُسے آنے کا بھی پتہ ہو گا۔"

وہ اُسے بتا نہیں سکا کہ خضر کے دوست نے اُسکی کس حالت کی بات کی تھی۔البتہ وہ خضر کے لیے اپنی ناگواری چھپا نہیں سکا تھا۔شارم کے جواب پر واصف نے بھی تنفر سے سر جھٹکا۔ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا شارم۔

"مگر شارم میں کیسے چھوڑ دوں؟ گھر والے بار بار مجھ سے پوچھ رہے ہیں اُنکا۔"وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

"تو اُنہیں اُنکے نشئی بیٹے کے کرتوت بتا دینے تھے۔"اُس نے سر جھٹکتے کہا۔زرمین ایک دم چونکی۔ اُسے اب شارم کے جواب سے خضر کے دوست کی بات سمجھ آئی تھی۔دل کا بوجھ پہلے سے بھی بڑھ گیا تھا۔

"جانتے ہیں وہ۔"بڑی مدھم آواز میں وہ بولی۔

"مگر وہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں سنبھال نہیں سکی۔"

اُسکی آواز اب لرزی تھی۔واصف نے دکھ سے آنکھیں میچیں۔شارم کو یہ بات سن کر گہرا صدمہ پہنچا۔جبکہ اپنے کمرے میں بیٹھی زرمین نے خود پر قابو پا کر اپنے آپکو مضبوط کیا۔بس بہت سنا لیا رونا دوسروں کو۔کوئی کسی کے کام آتا بھی کہاں ہے؟

"میں خود ڈرائیو کر سکتی ہوں شارم۔اُنہیں بھی خود جا کر لے آتی مگر کسی ایسی ویسی جگہ پر اکیلے جانے سے خوفزدہ ہوں۔بس اِس لیے سوچا کسی مرد کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔پر کوئی بات نہیں میں مینج کر لوں گی۔"

اُس نے ایک ہی سانس میں سب کہہ دیا۔واصف چونکا۔یہ زرمین کو کیا ہوگیا؟ البتہ شارم گڑبڑا گیا۔اُسے آج پہلی دفعہ وہ عشمیرہ کی بہن لگی تھی۔

"میں منع نہیں کر رہا تھا۔بس اُسکی عقل ٹھکانے لگانے کا کہہ رہا ہوں۔"

"شوہر ہے وہ میرا۔آج مدد کے لیے سب سے پہلے تمہارا نام ذہن میں آیا تو سوچا۔"

اُس نے مضبوطی سے کہنا شروع کیا مگر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اب ایسے تو نہ کہو۔تم جلدی اپنی لوکیشن سینڈ کرو۔میں اُسکے آس پاس کہیں آ جاتا ہوں۔"

اُس نے تیزی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔زرمین نے کال کاٹ دی تھی۔ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے وہ زرمین کی بھیجی لوکیشن دیکھتے نکلنے لگا تھا جب اپنے ساتھ قدموں کی چاپ سنائی دی۔

اُس نے رُک کر دیکھا۔وہ اُسے کیسے فراموش کر گیا تھا؟

"تُو آرام سے بیٹھ جا۔"واصف کو اپنے ساتھ جانے کے لیے تیار دیکھ کر شارم نے سختی سے کہا۔

"نہیں مجھے جانا ہے۔"واصف ڈھیٹ بنا۔

"دماغ ٹھیک ہے تیرا؟ میں تو پھر بھی اُسکی بہن کا شوہر ہوں تُو کس رشتے سے جا رہا۔؟"

شارم نے آنکھیں دکھاتے اُسے گھرکا۔

"ہے میرا بھی رشتہ۔" مدھم آواز میں کہتے واصف نے نظریں چرائیں۔

"کیسا رشتہ؟ بھائی ہے اُسکا۔؟" شارم سختی سے بول رہا تھا۔وہ جانتا تھا واصف باز نہیں آئے گا تبھی کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔

"بکواس نہیں شارم۔تُو نے"

واصف چلایا۔پھر یکدم خاموش ہو گیا۔اُسکی حالت سمجھتا شارم نرم پڑ گیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں واصف سمجھنے کی کوشش کر۔اُسکے لیے تُو کوئی مشکل کھڑی کر دے گا۔"

اُس نے واصف کی پشت تھپکی۔واصف کو چپ لگی پھر چند پل خاموش رہ کر وہ بولا

"اُسکے سسرال سے کسی کو پتہ نہیں چلے گا اِس بات کا میں یقین دلاتا ہوں۔"

"اور خضر؟" شارم نے اُسکے آگے جیسے ہار مان لی۔

"میں اُس سے بھی پرہیز کرنے کی کوشش کروں گا۔اگر نہ کر سکا تو جو تیرا دل چاہے وہ کرنا۔"

اُسے جیسے خود بھی یقین تھا کہ وہ کچھ کر گزرے گا۔شارم نے بس ایک نظر اُس پر ڈالی پھر تیزی سے نکل گیا۔واصف بھی اُسکے پیچھے لپکا۔

کچھ دیر بعد گاڑی زرمین کی بھیجی لوکیشن پہ کھڑی تھی۔چند منٹ بعد ایک چوڑی گلی سے زرمین آتی دکھائی دی۔تیزی سے آتی وہ بیٹھنے کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول رہی تھی جب نظر وہاں پہلے سے بیٹھے واصف پر پڑی۔دل ایک دم بری طرح دھڑکا پھر تھما۔اُس نے بھرپور شکوہ کناں نظر شارم پر ڈالی جس کے جواب میں شارم کو صفائی دینا پڑی۔

"زرمین میں نے بہت منع کیا تھا اِسکو۔مگر اِس نے بہت زیادہ اِنسسٹ کیا۔"

"تمہارے لیے کبھی غلط نہیں چاہوں گا۔کم سے کم تمہارا دشمن نہیں ہوں زرمین۔بیٹھ جاؤ پلیز"

زرمین کو کچھ کہنے کے لیے لب کھولتے دیکھ کر واصف نے سرعت سے کہا۔لہجے میں عجیب سی تڑپ تھی۔شارم لاتعلق بنا بیٹھا تھا جبکہ اُسکی بات سنتی زرمین کوئی جواب دیے بغیر سر جھٹکتے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

باقی وقت وہ شارم کو خضر کے دوست کی بھیجی گئی لوکیشن بتاتی رہی جبکہ واصف لاتعلق بنا بیٹھا رہا۔وہ کچھ بول کر زرمین کو بار بار اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلانا چاہتا تھا۔وہ الگ بات تھی کہ زرمین کو پھر بھی اُسکی موجودگی محسوس ہوتی رہی تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک شاندار بنگلے کے باہر موجود تھے۔زرمین پہلے نکل کر گیٹ تک پہنچی جہاں موجود گارڈ نے اُسے اندر سِٹنگ ایریا تک پہنچایا۔چند ساعتوں بعد ایک بارعب سی شخصیت سِٹنگ ایریا میں داخل ہوئی اور گلا کھنکار کر زرمین کو متوجہ کیا۔

وہ آواز کی سمت گھومی۔نووارد کو دیکھ کر اُسکی آنکھیں پھیلیں جو حلیے سے ہی کوئی جاگیردار معلوم ہوتا تھا۔اُن جیسے سادہ لوگوں سے قطعی مختلف۔سب سے پہلے ایک ہی سوچ اُسکے ذہن میں کوندی کہ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔اُس نے فوراً خیالات کو جھٹکا اور اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بولی۔

"السلام علیکم۔میں خضر کی وائف ہوں۔اُنہیں لینے آئی ہوں۔وہ کہاں ہیں؟"

وہ جو یک ٹک اُسکی طرف دیکھ رہا تھا اُسکی مدھر آواز پر چونکا۔اِس سادہ سی پرکشش اپسرا کو اُسکی شادی پر دیکھنے کے بعد سے اُسکی نیت خراب تھی۔اور اِسی اپسرا کے نام پر اُس نے خضر کیساتھ جوا لگایا تھا مگر بدقسمتی سے خضر ایک دفعہ پھر اُسے جیت چکا تھا۔ویسے ابھی بھی وقت ہاتھ سے نکلا نہیں تھا کیونکہ خضر کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ زرا بھی ہوش کرتا۔وہ شرط ہارنے کے باوجود بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔زرمین اُسکی بدلی نظروں کے پیچھے چھپی شیطانیت اچھے سے سمجھ رہی تھی ایک لمحے کو بدن میں پھریری دوڑی مگر اگلے ہی لمحے قدموں کی چاپ نے اُس کی ہمت واپس بڑھائی۔شارم ساتھ

تھا اُسکے۔اُسے لانے کا فیصلہ سو فیصد درست ثابت ہوا تھا۔اور واصف بھی تو تھا۔اُسکی موجودگی میں بھی اُسے کسی سے ڈرنے کی ضرورت کہاں تھی۔اُس کے دل نے چپکے سے کہا پر اُس نے دل کو بری طرح ڈپٹا۔

وہ مگن سا کوئی جواب دیے بغیر بڑی معنی خیز نظروں سے اُسے تکتا اُسکی اور بڑھتا چلا جاتا اگر وہ مضبوط آواز میں اُسے دوبارہ مخاطب نہ کرتی۔

"آپ نے خضر کا بتایا نہیں؟ اچھا اِس سے ملیں۔یہ میرا بھائی ہے۔"

اُس نے اپنی طرف بڑھتے شارم کی طرف اشارہ کیا۔وہ شخص چونک کر وہیں رُک گیا۔ایک نظر اُسکے اشارے کے تعاقب میں ڈالی اور ایک کے بعد دوسرے مرد کو آتے دیکھ کر بری طرح بدمزہ ہوا کیونکہ واصف بھی شارم سے چند ہی قدم دور تھا۔اِن دو کے سہارے نے زرمین کو اُسکی جگہ سے ایک بھی انچ نہیں ہلایا تھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ خضر کی حالت ٹھیک نہیں تو میں اِس لیے اپنے بھائی کو لائی ہوں۔آپ پلیز ہمیں گائیڈ کر دیں کہ خضر کہاں ہیں۔"

زرمین دوبارہ بولی۔لہجہ ہنوز مدھم اور مستحکم تھا۔اُس نے بس شارم کا بتایا تھا۔واصف کا تعارف کروانا اُس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔وہ شخص دو مردوں کو دیکھتے اپنے بڑھتے قدموں پر خفیف سا ہو گیا۔

فوراً راستہ بدلتے اُس سے چند قدم دور کھڑے شارم اور پھر واصف سے مصافحہ کرنے لگا۔اُس شخص کی نیت اُن دو مردوں سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی البتہ اُس شخص کے قدم رُک جانے پر اُنہوں نے بھی کوئی ایکشن لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔واصف تو پہلے سے ہی تھا پر آج تو شارم بھی زرمین کی دانشمندی کا معترف ہوا جو اُسے ساتھ لے کر آئی تھی۔کاش عشمیرہ بھی اُسکی طرح سمجھدار ہوتی۔سو فکروں کے باوجود بھی اُس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

وہ شخص اب جوے والی بات کے علاوہ اُنہیں خضر کے نشوں کی نوعیت اور اوقات بتانے لگا۔زرمین بھاری دل کے ساتھ دانستہ نظریں چراتی رہی، شارم بس تاسف سے سر ہلاتا رہا اور واصف دل میں اٹھتے درد کو دبانے لگا۔اتنی اچھی اور قابلِ محبت و عزت لڑکی کس عذاب میں پھنس چکی تھی۔

مزید ایک دو باتیں کرتا وہ اُنہیں لیے اپنے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔کمرے میں ملگجا سا اندھیرا اور عجیب سی گھٹن زدہ بدبو تھی۔اُس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر کمرہ روشن کیا تو زرمین اور اُس کے پیچھے شارم کمرے میں داخل ہوا۔واصف کو اندر آنا مناسب نہ لگا تو وہ وہیں دہلیز پر رُک گیا۔

"خضر.....خضر"

تین سیٹر صوفے پر آڑھے ترچھے گِرے، بھاری سانسیں لیتے خضر کو دیکھ کر وہ تڑپ کر اُسکی طرف بڑھی۔ہلانے اور پکارے جانے پر خضر نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔اُسکی حالت دیکھ

کر زرمین کی آنکھوں کی زمین نم ہونے لگی تھی مگر وہ ہمت نہ ہارتے اُسے اٹھانے لگی رہی۔شارم نے چند لمحے مزید یہ سب ملاحظہ کیا مگر اردگرد پڑے خالی پیکٹس، کانچ کی میز پر گرا سفید پاوڈر اور کانچ کی خالی بوتلیں نظرانداز کرنے کے قابل نہ تھیں۔غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتا آخر وہ ہار گیا اور وہیں کانچ کی میز پر رکھا پانی کا آدھا بھرا جگ اٹھا کر اُس نے لیٹے ہوئے خضر کے منہ پر انڈیل دیا۔

"شارم یہ تم نے کیا کر دیا۔؟"

زرمین گھبرا گئی۔اُسے شارم سے ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی نہ ہی وہ اُسکا مقصد سمجھ سکی تھی۔خضر نے بھی ہڑبڑا کر ایک دفعہ آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر گیا۔شارم نے مڑ کر واصف کو کوئی اشارہ کیا جس سے زرمین نابلد تھی۔واصف نے میزبان سے کوئی سرگوشی کی جس کے نتیجے میں چند لمحوں بعد ایک ملازم ایک اور پانی سے بھرا جگ اٹھا لایا اور زرمین کے دیکھتے ہی دیکھتے شارم نے وہ بھی خضر کے سر پر الٹ دیا۔اب کی بار خضر اچھا خاصا ہوش میں آیا۔

"ہوش کیجیے خضر صاحب"

"آپکی بیوی آئی ہے"

شارم نے بھرپور طنز کیا۔

خضر نے کانوں میں پڑتی آواز پر ادھ کُھلی آنکھوں سے سامنے دیکھا جہاں وہ سر جھکائے یقیناً رو رہی تھی۔

"زری تت.....تم"

اُس نے اٹھ کر زمین تک پہنچنے کی کوشش کی مگر بے سود۔وہ وہیں لڑکھڑا گیا۔شارم نے نفرت سے سر جھٹک دیا البتہ زرمین تڑپ کر اُسکی طرف لپکی۔

"یہ کیا حال بنایا ہوا ہے آپ نے۔کسی کا خیال نہیں آپکو"

اُسکے گال سے ہتھیلی جوڑے وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔واصف نے آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں۔اب ساتھ آیا تھا تو صبر سے کام لینا تھا۔

"خیال ہے تو"

"خیال ہے تو تمہاری رِنگ بچا لی۔اور تمہیں بھی بچا لیا۔"

"کہا تھا ناں جیت جاؤں گا۔"

اُسے بتاتے ہوئے وہ صوفے کی پشت پر گر گیا۔شارم اور واصف نے ناسمجھی سے دیکھا۔وہ ابھی اُسکی بات کا مطلب سمجھ نہیں سکے تھے۔زرمین بس رونے میں مصروف تھی۔

کمرے میں اِس وقت صرف زرمین کے رونے کی آواز تھی۔خضر کا ذہن زرمین کی 'یہاں' موجودگی کی وجہ سے مسلسل ہوش میں رہنے کے سگنل دے رہا تھا۔وہ آنکھیں کھولنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔اُس نے اطراف میں نظر گھمانا چاہی پھر نظر شارم پر ٹھہر گئی۔اُسے ناجانے کیا خیال آیا جو اُس نے براہِ راست شارم کو ہی مخاطب کر لیا۔

"ابے اوہ سُن....."

"یہ تیری بیوی کا چیک ہے۔"

اُس نے مٹھی میں مقید چرمرا سا چیک شارم کی طرف بڑھایا۔عشمیرہ کے ذکر پر اُسکی تیوری چڑھ گئی۔ناسمجھی کے عالم میں وہ اُسے ہی دیکھ رہا تھا جو کچھ توقف کے بعد بدمست سا بولا۔

"لے لے یار ہمارے سسر نے بھیجا تھا تیری بیوی کو۔پر اُس نے لینے سے انکار کر دیا۔"

وہ رُکا۔زرمین اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔اُسے اِس قدر شرمندگی اور تکلیف محسوس ہو رہی تھی کہ بیان سے باہر تھی۔عشمیرہ کے مزید ذکر پر شارم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔جبڑے شدت سے کَسے جا چکے تھے۔مگر وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلا تھا وہ صرف زرمین کی وجہ سے لحاظ کر رہا تھا۔

"چچ لے بھی لے یار۔تُو رکھ لینا اگر وہ اڑیل گھوڑی پھر سے منع کر دے تو۔"

بند ہوتی آنکھوں سمیت اُس نے بیزاری سے کہا۔اُسکے بیہودہ الفاظ شارم کے ضبط کی طنابیں بری طرح توڑ چکے تھے۔زرمین کا لحاظ کرنے والی سوچ ذہن سے نکل چکی تھی۔خود زرمین اُسکے الفاظ پر ششدر تھی۔وہ جارحانہ انداز میں اُسکی طرف بڑھا اور اُسے بری طرح جھنجھوڑتے دھاڑا۔

"میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ نہیں ورنہ یہ تیرا منہ توڑ دوں گا۔"

"شارم"

زرمین تڑپ کر آگے بڑھی اور شارم کو اُس سے دور دھکیلنا چاہا۔اُسے روتے دیکھ کر شارم خود ہی اُسے جھٹکے سے چھوڑے دور ہوگیا۔شارم کے جارحانہ انداز پر ایک دفعہ خضر کو ہوش آ گئی تھی۔

"خدا کا واسطہ خضر خود پر رحم کریں۔مجھ پر رحم کریں۔یہ سب برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں"

وہ اُسکے مقابل زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔اُسکے دونوں ہاتھ تھامے وہ بلک رہی تھی۔شارم نے زہریلی نظر خضر پر ڈالی اور زرمین کی حالت پر کڑھ کر رہ گیا۔واصف کا دل تو جیسے مٹھی میں مسلا جا رہا تھا۔اُسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ زرمین کو یہاں سے نکال کر کسی اور دنیا میں لے جائے۔

کتنی دیر وہ ہچکیوں سے روتی رہی اور خضر اُسے سنتا خود کو ہوش دلاتا رہا۔بالآخر اُس نے پوچھا۔

"کک کیسے پہنچی ہو یہاں"

اُس نے بہتے آنسوؤں سمیت میزبان کی طرف اشارہ کر دیا۔اُسکے اشارے کے تعاقب میں دیکھتے خضر کا ایک دم خون کھول اٹھا تھا۔

"تُوو کمینے" گرتا پڑتا وہ اُس تک پہنچا اور اُس پر پِل پڑا۔

"تیری پہلے ہی نظر تھی میری زری پر"

"اپنی اوقات میں رہ سمجھا"

اپنا پول کُھل جانے پر ایک لمحے کو میزبان بھی گڑبڑایا مگر پھر اُس نے اپنا دفاع کرنا چاہا۔جس میں وہ آسانی سے کامیاب ہوا کیونکہ وہ مکمل ہوش میں تھا جبکہ خضر سے تو چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔واصف اور شارم نے آگے بڑھ کر اُنہیں روکنے کی بالکل کوئی زحمت نہیں کی تھی۔

دو گھونسے مارنے اور چار کھانے کے بعد خضر کے حواس کچھ کچھ لوٹنے لگے تھے تبھی مڑ کر زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھی زرمین کو دیکھتے بولا۔

"پتہ ہے زری"

"اِس نے آج گیم میں تم، تمہارے نام پہ شرط"

اُس نے بات ادھوری چھوڑی مگر ادھوری بات کے پورے معنی تھے۔زرمین کا اب رو رو کر برا حال ہو چکا تھا۔ایک دفعہ پھر غصے کی شدید لہر اٹھی اور شارم کا دماغ گھمانے لگی۔

"اِسکی نیت ہی خراب تھی۔"

خضر نے نفرت سے میزبان کی طرف دیکھا۔

"وہ تو میں ہوں جو.....جو تمہارا نام کسی کے ساتھ"

اُسکی سانس بھاری ہو رہی تھی مگر وہ اپنی بیہودہ محبت کا بیہودہ انداز میں اظہار کرنے میں مصروف تھا۔ایسی دو کوڑی کی بکاؤ محبت کا کیا فائدہ؟ زرمین تین مردوں کے بیچ اپنے شوہر کی ایسی باتوں سے زمین میں گڑھنے لگی تھی۔

"تیری زبان سے دوبارہ نکلا میری بیوی کا نام، زبان کاٹ دوں گا"

وہ دھاڑا۔سننے والوں کو اُسکی ایسی سستی دیوانگی سے کوئی غرض نہیں تھی مگر وہ سنا رہا تھا۔شاید زرمین کو جتا رہا تھا یا میزبان کو۔

زرمین سے اب وہاں ایک لمحہ بھی رکنا محال تھا۔اُسے اِس قدر سبکی محسوس ہو رہی تھی جس کا خضر اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔وہ اٹھی تھی اور بغیر کسی بھی اور دیکھے تیزی سے گیسٹ روم سے نکلنے لگی۔

"زری کہاں؟"

وہ دہلیز پر تھی جب خضر نے اپنا تماشا روکے پوچھا۔واصف اب اُس سے بس چند قدم ہی دور تھا۔زرمین رُکی ضرور تھی پر اُسکی طرف مڑی نہیں۔اُسکے رونے کی آواز پر وہ اب کی بار اُسکی طرف لپکا اور اُسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے پوچھا

"زری.....کیوں یار۔رو کیوں؟"

واصف نے لب بھینچتے نظریں چرائیں۔نظریں تو شارم بھی چرا رہا تھا۔زرمین خود میں سمٹی۔اُسے دور کرنا چاہا مگر وہ پوری طرح نشے میں غرق بھی اُسکی ناراضگی محسوس کر گیا۔نشے نے محسوسات تو درست رکھے البتہ افعال کچھ زیادہ ہی بے اختیار کر دیے تھے۔اُس نے کسی بھی طرف دھیان دینے کی بجائے، ناراض ہو کر مزاحمت کرتی زرمین کو زبردستی سینے سے لگانا چاہا۔اُسکے پاس سے آتی انتہائی گندی بدبو سے زرمین کا جی متلانے لگا تھا اور اُسکی حرکت پر وہ شاید دوبارہ اُن میں سے کسی ایک سے

بھی نظریں نہیں ملا سکے گی۔یہ سوچ آتے ہی اُس نے مزاحمت تیز کر دی مگر مقابل کچھ زیادہ ہی مدہوش تھا۔

"ناراض مت.....ہوا کرو.....تم تو مم.....میری زندگی"

بولتے ہوئے اُس نے مزید اُسے خود میں بھینچنا چاہا تو زرمین کی پشت پر چند قدم دور موجود واصف نے غصے سے اُسے زرمین سے دور دھکیل دیا۔

"چھوڑ اُسے۔"

"بیوی ہے وہ تیری۔چار لوگوں میں اُسکی عزت کروانا تو سیکھ لے۔"

واصف کے دھکے پر وہ کچھ زیادہ ہی لڑکھڑا گیا۔زرمین جو خضر کی حرکت پر شرمندہ ہو رہی تھی واصف کے جارحانہ انداز پر ششدر رہ گئی۔

"تُو.....ہے کون.....بیچ میں بولنے"

خضر جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے واصف کی طرف بڑھا جو سینہ تانے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا۔

"واصف یار تُو دفع ہو جا باہر۔"

اُسکے تیور سمجھتا شارم غراتا ہوا اُسکی طرف لپکا اور اُسے کمرے سے باہر نکالنے لگا۔واصف سب کو گھورنے میں مصروف تھا۔زرمین خضر کو روکے کھڑی تھی۔

"خضر کی گاڑی ہے یہاں؟"

شارم نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے، میزبان سے پوچھا۔اُسکے سر ہلانے پر وہ کڑے تیوروں سے واصف کو گھورتے سختی سے بولا۔

"میری گاڑی لے کر فوراً واپس چلا جا۔میں اِن دونوں کے ساتھ آ جاؤں گا۔"

"تیرا یہاں کوئی کام نہیں۔تُو جذبات میں صرف معاملہ بگاڑے گا۔پلیز چلا جا۔زرمین کی خاطر۔"

آخر میں اُس نے دبے لہجے میں جیسے التجا کی۔

ایک شکوہ کناں نظر شارم پر ڈالتے وہ اپنا کوٹ جھٹکتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

شارم خضر پر خوب تپا ہوا تھا مگر زرمین کی خاطر طوعاً و کرہاً اُسے خضر کو سہارا دیے ساتھ لیے نکلنا پڑا۔زرمین بھی اُنکے پیچھے تھی جبکہ بیچارا میزبان ہاتھ ملتا رہ گیا۔

باہر نکل کر اُس نے خضر کو اُسکی گاڑی میں بٹھایا ہی تھا کہ کسی خیال سے مڑ کر دیکھا۔چوڑی سڑک پر اُسے اپنے گاڑی نظر آئی۔آنکھیں چندھی کر کے اُس نے دیکھا تو واصف بڑی شان سے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا۔وہ یقیناً اُنہی کے انتظار میں واپس نہیں گیا تھا۔شارم نے دانت پیستے کہا۔

"ایک نمبر کا کمینہ ہے یہ آدمی۔"

گاڑی میں بیٹھتی زرمین نے بھی اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور تاسف سے سرہلایا۔آخر واصف سمجھ کیوں نہیں جاتا کہ اِس سب سے اب کچھ حاصل نہیں۔بھاری ہوتے دل کیساتھ وہ پیچھے خضر کیساتھ بیٹھ گئی جبکہ شارم بھی واصف کو کوستے بیٹھ گیا۔اُنکی گاڑی کے آگے بڑھتے ہی واصف نے بھی گاڑی اُنکے پیچھے ڈال دی۔تقریباً بیس منٹ کے بعد اچانک شارم نے گاڑی کا روٹ بدل دیا۔اب وہ جہاں جا رہا تھا وہ خضر کے گھر سے قطعی مختلف راستہ تھا واصف بھی تشویش زدہ سا اُسکے پیچھے پیچھے ہی رہا۔

****

"اِس گھر میں پندرہ دِنوں سے یونہی سناٹا چھایا ہوا ہے۔کوئی کسی سے مخاطب نہیں ہوتا۔کوئی؟ پر اب یہاں رہا ہی کون ہے۔؟"

بیرونی دروازے کو دیکھتی رجاء سوچ رہی تھی۔

سورج اب ڈھلنے والا تھا مگر صبح کا گیا بالاج اب تک نہیں لوٹا تھا۔چھوٹی مشعال سامنے خالہ کے تخت پر سو رہی تھی۔بس رجاء کو ہی معلوم تھا کہ اُس نے اِن تین ہفتوں میں امی اور خالہ کے بغیر مشعال کو کیسے سنبھالا تھا۔

زندگی یکدم کتنی ویران ہو گئی تھی۔لوگوں کے چلے جانے سے بھی فرق پڑتا ہے مگر محبت رخصت ہو جائے تو دل کی دنیا برباد ہو جاتی ہے۔اِن گزشتہ دِنوں میں اُس کی آنکھیں برس برس کر اب پتھر ہو جایا کرتی تھیں۔وہ کس کس کی جدائی غم منائے؟ امی کی جدائی کا یا خالہ کی جدائی کا؟ یا بالاج کی جدائی کا۔کچھ نہیں رہا تھا اب اُسکے پاس۔بیرونی دروازے پر ہوتی چرچراہٹ سے، اپنے خساروں میں گھری رجاء باہر نکلی۔بالاج تیزی سے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔وہ فوراً اُسکے پیچھے لپکی۔

"اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟ کھانا لگاؤں تمہارا۔؟"

جانتی تھی سوال جواب کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اُسکی چپ پچھلے دِنوں سے ایسی ہی تھی۔

"قبرستان گئے تھے بالاج۔؟"

رجاء جب اُسکے کمرے میں داخل ہوئی تو اُسکی طرف بالاج کی پشت تھی۔اُس نے وہیں سے پوچھا پر جواب ندارد۔وہ سرعت سے اُسکی طرف بڑھی وہ بیڈ پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔رجاء وہیں اُسکے سامنے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔چند لمحے اُسکے جھکے سر کو دیکھتی رہی پھر اُسکے ہاتھ کی پشت پر نمکین پانی کا قطرہ گرتا دیکھ کر اُسکا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"تم رو رہے ہو۔؟" یہ پوچھتے ہوئے اُسکی آواز لرزی تھی۔بالاج نے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو صاف کیا اور سرخ آنکھوں سے اُسے دیکھتے سختی سے بولا۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔"

"بالاج یہاں دیکھو تو میری طرف۔"

اُس نے بالاج کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔وہ جو اُسے دیکھ دیکھ کر تھکتا نہیں تھا اب وہ کتنے دِنوں سے اُسکی ایک نگاہ کو ترس رہی تھی۔

"مجھے ہاتھ مت لگاؤ۔"

بالاج نے سختی سے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

"تم ایسے بی ہیو کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ بالاج۔آخر میرا کیا قصور کیا ہے؟"

وہ روہانسی ہو رہی تھی۔اِس سوال کا جواب اُسے معلوم تھا مگر پھر بھی بار بار پوچھتی تھی جیسے کبھی تو وہ اُسے کہہ دے گا نہیں رجاء تم بے قصور ہو۔مگر اُسکی خواہش اب حسرت میں بدلتی جا رہی تھی۔

"تمہاری وجہ سے میری بہن مر گئی رجاء۔اور اُسکے غم میں میری ماں.....وہ بھی"

وہ پھر بے آواز رونے لگا تھا۔اِن پندرہ دِنوں میں اُنہوں نے نہ صرف ایمی کو کھویا تھا بلکہ اُنکی ماں بھی ایمی کے غم میں رخصت ہو چکی تھی۔ایک تو یہ کلیجہ مَلتا غم، اُس پر اُسے روتے دیکھنا، رجاء کے لیے زندگی تنگ ہوتی جا رہی تھی۔

"تمہاری بہن میری بھی بہن تھی بالاج۔اور جس طرح خالہ نے تم سب کو پالا ویسے ہی مجھے بھی پالا۔وہ میری بھی تو ماں تھیں۔تم مجھ بے قصور کو" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بے قصور نہیں ہو تم۔!"

اپنے قدموں میں بیٹھی رجاء کی بات اُس نے سختی سے کاٹی۔

"تم ایمی کی مجرم ہو۔تم نے اُسے غلط قدم اٹھانے سے روکنے کی بجائے اُسکا ساتھ دیا۔تم نے مجھے بتانے کی بجائے چھپایا رجاء"

چبا چبا کر بولتا وہ رجاء کو بس رُلا رہا تھا۔

"وہ اتنے مہینے کسی جھوٹے، دھوکے باز، بے ضمیر شخص سے بات کرتی رہی۔تم نے کسی کو نہیں بتایا۔وہ تمہیں بتا کر اُس سے ملنے چلی گئی تم نے کسی کو نہیں بتایا۔جب وہ لُٹ گئی، برباد ہو گئی، مر گئی تو.....تو تم نے زبان کھولی۔"

"اگر تم ایسا نہ کرتیں تو شاید آج وہ ہمارے ساتھ ہوتی۔"

وہ ملامتی انداز میں کہہ رہا تھا۔رجاء اپنی سسکیوں کو دباتے بمشکل بولی۔

"وہ چاہتی تھی میں اُسکی ہر بات ساری زندگی راز رکھوں۔"

"جیسے وہ میرے اور تمہارے راز رکھتی تھی۔جیسے وہ"

وہ مزید کچھ کہتی جب بالاج نے نخوت سے اُسکی بات کاٹی۔

"دوبارہ میرا ذکر اپنے ساتھ مت کرنا۔نہیں ہے میرا تم سے کوئی تعلق۔!"

"تمہارے کہنے سے تعلق ٹوٹ جائے گا۔؟"

وہ بھرائی آواز میں پوچھ رہی تھی۔بالاج نے اِس بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔اُس نے خود کو سنبھالا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔رجاء حسرت سے اُسکی پشت کو تکتی رہی جو بیرونی دروازے پر ہونے والی دستک سُن کر کمرے سے جا رہا تھا۔

وہ ابھی وہیں بیٹھی تھی کہ کچھ دیر بعد بالاج لوٹ آیا۔

"پروفیسر زوار اپنی فیملی کیساتھ آئے ہیں۔اچھی سی چائے کا بندوبست کرو۔!"

سرد لہجے میں دروازے پر ہی کھڑے، آرڈر دے کر وہ جا چکا تھا۔وہ آنکھیں پونچھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔

"تمہاری بہن اور امی کا بہت افسوس ہوا بیٹا۔دنیا اِسی کا نام ہے۔کوئی اپنے پیاروں کو چھوڑ کر دوسرے جہان میں آباد ہو جاتا ہے اور کوئی اپنے پیاروں کو کھو دینے کے بعد اِسی جہان میں اکیلے سفر کرتا ہے۔"

بیٹھک میں بیٹھے پروفیسر زوار اُس سے تعزیت کر رہے تھے۔قبرستان جانے کی وجہ سے اُسکا دل پہلے ہی بھرا ہوا تھا اُنکی بات سن کر آنکھیں بھی بھر آئیں۔اُس نے سر بالکل ہی جھکا لیا تھا۔

"صبر رکھو بیٹا۔اللہ کو صبر کرنے والے بہت پسند ہیں۔"

پروفیسر زوار نے اُسکی پشت تھپکی۔چند لمحوں بعد اُنہوں نے کہا۔

"یہ میری وائف ہیں۔جب سے تمہارا سُنا ہے تبھی سے تم سے ملنے کی ضد لگا رکھی تھی اِنہوں نے۔اور یہ دونوں میرے بیٹے، اِنہیں تو تم جانتے ہی ہو۔کالج آتے رہتے ہیں میری جیب لوٹنے۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولے تو آخری بات پر مسز زوار سمیت اُنکے دونوں بیٹے بھی ہنس دیے۔

بالاج کے چہرے پر بھی مبہم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"بیٹا غم اور خوشیاں زندگی کے چکر کا حصہ ہیں۔اِس چکر میں گھومتے ہوئے جب تمہارا غم سے سامنا ہو تو صبر کا دامن تھام کر گزرو اور جب خوشیوں سے سامنا ہو تو غموں کو بُھلا کر اللہ کا شکر کرتے ہوئے اُنہیں خندہ پیشانی سے قبول کرو۔"

شائستہ لب و لہجے میں بولتیں یہ مسز زوار تھیں۔اُنکی باتوں سے بالاج کا دل بہلنے لگا تھا۔

"السلام علیکم"

چائے کی ٹرالی گھسیٹتی رجاء نے اندر آ کر سلام لی۔دروازے کے بالکل سامنے رکھے صوفے پر بالاج اور پروفیسر زوار بیٹھے تھے۔دائیں طرف سنگل صوفے پر مسز زوار براجمان تھیں جن کی گود میں چار پانچ سالہ بچی سو رہی تھی۔اور اُنہی کیساتھ دو سیٹر صوفے پر پروفیسر زوار کے دونوں بیٹے بیٹھے تھے۔

"وعلیکم السلام۔جیتی رہو بیٹا۔"

باقی سب نے سر ہلائے جبکہ مسز زوار نے اٹھ کر اُسے گلے لگایا۔

"یہ ہے تمہاری چھوٹی بہن۔؟"

وہ مڑ کر بالاج سے پوچھ رہی تھیں۔رجاء گڑبڑا گئی تھی۔جبکہ بالاج بھی چونک کر اپنی سوچوں سے نکلا۔اُنکا سوال سمجھ آنے پر وہ بھی سٹپٹا گیا۔

"جج.....جی نہیں۔"

پروفیسر زوار کی نظریں اُسی پر تھیں۔وہ بالاج کے بارے میں سب جانتے تھے۔

"اپنی بہن سے نہیں ملواؤ گے۔؟"

مسز زوار نے اُسکے جواب پر سر ہلائے مسکراتے ہوئے پوچھا۔بالاج نے سر ہلایا۔

"رجاء"

"جاؤ مشی کو لے آؤ۔"

آج کتنے دنوں بعد وہ براہِ راست اُس سے مخاطب ہوا تھا۔لہجے میں اگر نرمی نہیں تھی تو سختی بھی نہ تھی۔وہ مشعال کو لینے چلی گئی۔رجاء کو نام لے کر مخاطب کرنے پر پروفیسر زوار کا شک یقین میں بدلا۔رجاء کا ذکر وہ بالاج کے منہ سے ہزاروں دفعہ سُن چکے تھے۔

"بیگم یہ جو بیٹی ابھی آئی تھیں وہ بالاج کی فیانسی ہیں۔"

"بہت محبت کرتا ہے بالاج اُس سے۔"

اُنہوں نے گلا کھنکھار کر مسز زوار کو بتایا۔اُنکی بات سن کر مسز زوار کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ آئی تھی جبکہ بالاج نے ناراضگی سے کہا۔

"سر پلیز۔ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"بیٹا جو کچھ ہوا وہ اللہ کی رضا تھی۔اِس میں اُس بچی کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ تمہاری بہن کی بہترین دوست تھی۔"

اُس کے نفی کر دینے پر پروفیسر نے نرمی سے سمجھایا۔

"میرا آج یہاں آنے کا مقصد کہیں نا کہیں یہ بھی ہے کہ تمہاری راہنمائی کر سکوں۔کیونکہ میں نہیں جانتا کتنی سانسیں باقی ہیں۔بلکہ کسی کو علم نہیں۔زندگی کا کوئی پتہ نہیں کب دغا دے جائے۔"

وہ نرمی سے کہہ رہے تھے۔مسز زوار اور اُنکے بیٹوں سمیت بالاج نے بھی شکوہ کناں نظر اُن پر ڈالی۔البتہ وہ دھیان دیے بغیر مزید کہہ رہے تھے۔

"بیٹا جب بڑے کچھ سمجھاتے ہیں تو سمجھنا چاہیے۔تم مجھے اپنا بڑا مانتے ہو مجھے اِس بات کی خوشی ہے۔میں بھی تمہیں اپنا بیٹا مانتا ہوں۔یہی سوچ مجھے آج تمہارے گھر کھینچ لائی کہ میں اپنے بیٹے کو سمجھاؤں کہ کبھی کسی بے قصور کو سزا نہ دے۔"

"سر وہ دوبارہ کبھی پرانا مقام حاصل نہیں کر سکے گی۔اُسکی وجہ سے میں نے اپنی ماں اور بہن کھوئی ہے۔"

اُنکے سمجھانے کا بس یہ فائدہ ہوا تھا کہ وہ اُنکی وجہ سے اپنے لہجے سے تنفر چھپا گیا تھا البتہ بدگمانی اب بھی جوں کی توں تھی۔

"تو ٹھیک ہے تم نہ دو اُسے وہ مقام۔پر وہ بچی پوری زندگی یہیں رہ کر اپنے مقام کے لیے ترستی تو نہیں رہ سکتی ناں۔اُسکو حق ہے کہ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھے۔"

اچانک اُنکا لہجہ بدل گیا تھا۔سب نے ہی حیرانی سے اُنکی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب سر۔؟"

بالاج نے الجھ کر پوچھا۔اُسکی بے چینی دیکھ کر پروفیسر زوار نے مسکراہٹ دبائی۔

"ہاں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری کزن کو اپنے بیٹے کے لیے تم سے مانگ لوں۔"

اُنہوں نے تو جیسے دھماکہ کیا تھا۔

****

کچھ دیر بعد شارم نے ایک ہسپتال کے باہر گاڑی روکی واصف بھی پریشان سا اُنکے پیچھے لپکا۔اندر جا کر معلوم ہوا کہ راستے میں خضر کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔وہ بالکل ہوش نہیں کر رہا تھا۔زرمین اپنا سر تھامے بینچ پر بیٹھی تھی۔شارم کو ایک دفعہ پھر ڈاکٹر کے پاس سے آتے دیکھ کر اُس نے پوچھا۔

"کیا ہوا شارم؟ کیا کہا ڈاکٹر نے؟"

"تُو واپس کیوں نہیں گیا؟ کبھی تو میری بات مان لیا کر۔"

تیوری چڑھائے شارم نے بیزاری سے کہا۔

"میری ہمت نہیں ہوئی تجھے اکیلا چھوڑنے کی۔"

نظریں چراتے واصف نے بڑی صفائی سے اپنے مطلب کا نشانہ لگانے کے لیے بندوق اُسکے کندھے پر رکھی تھی۔شارم خوب سمجھتا تھا اُسکے ڈرامے تبھی ناگواری سے بولا

"ہنہہ سب پتا ہے مجھے کہ تُو کتنا میرا سگا ہے۔"

شارم دوبارہ ڈاکٹر کے پاس چلا گیا جبکہ کندھے اچکاتا واصف روتی ہوئی زرمین کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"زری"

"زرمین"

اُسکی دو پکاروں پر بھی وہ سر نہیں اٹھا سکی تھی۔

"جیسے اتنے مہینوں سے یہ سب برداشت کر رہی ہو آج بھی ہمت کرو۔"

واصف چند انچ کا فاصلہ بنا کر اُسکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔زرمین نے بھرائی آواز میں بتایا

"پہلے کبھی یہ نوبت نہیں آئی تھی۔ کبھی نہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہے عشمیرہ یہ شخص بالکل تمہارے قابل نہیں۔"

واصف نے نفرت سے کہا۔اُسے اُسکے مطلب کی بات شروع کرتے دیکھ کر اُس نے آنسو صاف کرتے سختی سے کہا۔

"عشمیرہ کا تو دماغ بالکل ہی خراب ہے۔کچھ بھی بک دیتی ہے۔"

"اِس معاملے میں اُسکا دماغ بالکل درست ہے۔"وہ اپنی بات پر مصِر رہا۔اِس دفعہ زرمین نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔

"تم خود کچھ نہیں کر سکتیں تو کم سے کم زبیر انکل کو ہی بتا دو۔"

اُس نے مخلصانہ مشورہ دیا جِسے اُس نے ایک لمحے میں رَد کر دیا۔

"کبھی نہیں۔میں ابو کو نہیں بتا سکتی۔"

"تم کہو تو میں بتا دوں؟"

اُس نے ابھی کہا ہی تھا کہ زرمین کی شکوہ کناں نظروں پر تیزی سے بات بڑھائی۔

"یا فرہاد کو یہ ذمہ داری سونپ دو۔نہیں تو اب شارم بھی ہے۔وہ بھی بات کر سکتا ہے۔"

"نہیں۔کسی کو میرے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔میں ابو کو یہ سب بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی۔"

اُس نے اچھی بیٹیوں والی اپنی مجبوری بتائی جو کہ واصف کو کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔

"بھلے خود اِس سب سے پریشان ہوتی رہو؟ اور ساتھ دوسروں کو بھی"

وہ شاید اپنی اور شارم کی بات کر رہا تھا۔اپنی دلیل کو مضبوط بناتے، بے اختیاری میں یہ بات اُسکے منہ سے نکل رہی تھی۔

"دوسرے؟"

زرمین نے حیرت سے اُسکی بات پکڑ لی۔

"میں نے آپکو پریشان ہونے کے لیے نہیں بُلایا تھا۔نہ آتے آپ اور نہ پریشان ہوتے۔"

اب کی بار وہ سختی سے بولی۔واصف کو اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو فوراً معذرت کی۔

"آئیم سوری۔میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔میں تو بس"

وہ شرمندہ سا بس خاموش ہو گیا۔زرمین سر جھکائے اب فرش کو گھور رہی تھی۔

"تم یہ سب ڈیزرو نہیں کرتیں۔"

چند لمحوں بعد واصف نے بات بدل کر نئی بات کہی۔

"کیوں ایسی زندگی گزار رہی ہو؟"

"تو کیا کروں؟"

اُسکے دکھی انداز پر وہ بے بسی سے پوچھ رہی تھی۔

"چھوڑ دو۔!"

واصف کے مشورے میں چٹان جیس سختی تھی۔زرمین نے تڑپ کر چہرہ موڑا۔بھیگتی آواز میں اُس نے کہا۔

"آپ یقیناً حواسوں میں نہیں ہیں۔"

"آئندہ یا تو میرے سامنے مت آیئے گا یا اِس قسم کی فضول گفتگو سے پرہیز کیجیے گا۔"

اُس نے سختی سے تنبیہ کی تھی۔واصف چند لمحوں کو گنگ ہوا۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا اُسکا موبائل بجنے لگا۔اُس نے جیب سے موبائل نکال کر کال کاٹنا چاہی مگر عاصم کی ویڈیو کال دیکھ کر وہ نظر انداز نہیں کر سکا تھا۔

"یار عاصم مصروف ہوں۔کبھی سانس بھی لے لیا کر۔پھر کال کرنا۔"

عاصم کی شکل دیکھتے ہی اُس نے بیزاری سے کہا۔

"بھائی ضروری بات کرنی ہے۔کنزیٰ کب سے روئے جا رہی ہے۔کچھ کھا بھی نہیں رہی۔"اُس نے پریشانی سے بتایا۔واصف کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑکا۔بڑی بے چینی سے اُس نے پوچھا۔

"کیا ہوا کنزیٰ کو؟"

"میری بات کرواؤ"

زرمین کے کان اُنکی گفتگو سننے کے لیے الرٹ ہو چکے تھے۔کنزیٰ سے اُسے جس قدر انسیت تھی وہ بھلائے نہیں بھولتی تھی۔

"کیا ہوا گڑیا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

سکرین پر کنزیٰ کو روتا چہرہ نمودار ہوا تو واصف کے لہجے میں پھولوں جیسی نرمی آ گئی تھی۔

"واصی بھائی آج ناں"

جس قدر وہ رو رہی تھی، سانس سے سانس سے ملنا دشوار تھا۔اُسکی سسکیوں پر واصف تڑپ اٹھا تھا۔ایک لمحے کو تو زرمین کا دل بھی دہل گیا۔اُسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ واصف سے فون لے کر خود ہی بات کرنے لگتی۔

"ایسے مت رو بیٹا۔آنسو صاف کرو پھر بات سنوں گا۔جلدی سے شاباش۔"

واصف نے بڑی محبت سے کہا اور سکرین پر اُسے آنسو صاف کرتے دیکھنے لگا۔

"آپ تو صبح سے گھر نہیں ہیں۔"

اُس نے بھرائی آواز میں شکوہ کیا۔

"میں تو روز اِس وقت آفس آتا ہوں نا۔"

واصف نے نرمی سے یاد دلایا۔

"پتہ ہے بھائی۔"

"مگر عاصی بھائی بھی آپکے جانے کے بعد مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"ابھی واپس آئے ہیں۔"

ٹھہر ٹھہر کر بولتے اُس نے عاصم کی شکایت لگائی۔چند انچ کے فاصلے پر بیٹھی زرمین اُنکی گفتگو سنتے بس افسوس ہی کر سکتی تھی۔

"عاصم کہاں دفع ہوا تھا؟"

واصف نے ماتھے پر بل ڈالے دریافت کیا۔کنزیٰ کے پاس کھڑا عاصم اپنی شامت بلاتی بہن کو گھور رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ بھائی کہاں گئے تھے۔"

"مجھے اکیلے نہیں رہنا بس۔"

"میں کھانا بھی نہیں کھانے والی آج۔"

وہ ضدی انداز میں ناراضگی سے بول رہی تھی۔واصف نے پہلو بدلا۔زرمین کے دل کو بھی کچھ ہوا تھا۔چھوٹی سی بچی کتنی بےبس لگ رہی تھی۔

"آج آخری دفعہ معاف کر دو مجھے۔پلیز۔"

اُس نے بائیں ہاتھ میں موبائل پکڑ رکھا تھا جبکہ دائیں ہاتھ سے معافی مانگنے کے انداز میں کان پکڑا۔دوسری طرف کنزیٰ پگھلنا شروع ہو چکی تھی۔

"اور کھانے سے کیسی ناراضگی؟ کھانا کھا لو اب۔"

اُس نے محبت سے تاکید کی۔پھر مزید لالچ بھی دیا۔

"میں پھر آئسکریم کِھلانے لے کر جاؤں گا۔اور اِس دفعہ بالکل نہیں بھولنے والا۔"

اُس نے جیسے اُسے پچکارا تھا زرمین بس اُسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اور بس آج آ لینے دو مجھے گھر دیکھنا میں اپنی گڑیا کے سامنے عاصم کے کان کھینچوں گا۔"

اُس نے دانت کچکچاتے کہا تو اسپیکر پر کنزیٰ کی کِل کِل کرتی ہنسی نے سُر بکھیرا۔جہاں واصف پُرسکون ہوا وہیں زرمین کے بےچین ہوتے دل کو بھی قرار آیا۔

"اب سکون ہے تمہیں بھائی کی چمچی"

عاصم اُسکی شکایت پر بھائی کو ایکشن میں آتے اور اُسے ہنستے دیکھ کر نرمی سے اُسکے بال پکڑ چکا تھا۔

"واصی بھائی دیکھیں اتنی زور سے اب میرے بال کھینچ رہے ہیں۔"

اُس نے صرف بال پکڑنے کو کچھ بڑھا چڑھا کر بتاتے منہ بھی بنایا۔واصف نے ہنسی دباتے اُسے سخت لہجے میں تنبیہ کیا۔

"عاصصم"

"تم نے اب میری بہن کو مزید رُلایا تو میں تمہاری پاکٹ منی بند کر دوں گا۔"

"یاار بھئیی میرا کیا قصورر"

عاصم کی دہائی پر وہ پھر کھکھلا رہی تھی۔اُس بیچاری بچی کو بھائیوں کی توجہ کے سوا اور چاہیے بھی کیا تھا؟

"اور میرے آنے تک اگر کنزیٰ کے پاس سے ہلے بھی تو سب سے پہلے تو آکر تمہارا موبائل چھینوں گا۔"

اُس نے مزید دھمکی دی۔

"بھائی یہ زیادتی ہے۔موبائل لے لیا تو میں کہاں جاؤں گا۔"

اب کنزیٰ کی جگہ عاصم رونے والا ہو چکا تھا۔

"اچھی بات ہے۔کسی طرح تو اِس سے جان چُھٹے گی۔"

واصف نے مصنوعی غصے سے کہا تو دوسری طرف عاصم ڈھیلا سا ہوتے بیڈ پر گرا اور منہ بگاڑتے بتایا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بھائی۔اب آپ زیادہ نہ بنیں۔چلی گئی ہے وہ کچن میں۔"

"بہت بڑی بھوکی ہے۔کھانا تو اُس نے کھانا ہی تھا بس میری شکایت لگائے بغیر چین نہیں ملتا اُسے۔"

اب عاصم بھرا بیٹھا تھا۔واصف نے اُسکی دہائی پر مسکراہٹ دبائی۔وہ واقعی یہی چاہتی تھی کہ واصف کو عاصم کی شکایتیں لگا کر گھر میں تفریح کا سامان کیے رکھے۔

"عاصم یار دھیان رکھا کرو تم بھی۔چھوٹی سی ہے کیوں رُلاتے ہو؟"

اُس نے اب کی بار نرمی سے عاصم کو سمجھایا۔

"اچھا بھائی سوری۔آئندہ احتیاط کروں گا۔"

وہ فوراً معذرت کر گیا۔کنزیٰ سے تو خود اُسے بھی بہت لگاؤ تھا۔

"اوکے"

"اور ایک بات آخری دفعہ کہہ رہا ہوں آئندہ میرا موبائل ضبط کرنے کا سوچیے گا بھی نہیں۔کیوں میرا بزنس بند کروانا چاہتے تھے۔میری پیاری فیلوز مجھ سے کیسے کانٹیکٹ کریں گی۔خود تو کوئی آپکو پوچھتی نہیں میری والیوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔"

وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔واصف خوب سمجھتا تھا اُسے ڈرامے۔

"اچھا اچھا زیادہ خود کو ہیرو سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔جاؤ کنزیٰ کے پیچھے کچن میں۔یہ نہ ہو پچھلی دفعہ کی طرح ہاتھ جلا لے۔"

اُس نے سنجیدگی سے تاکید کی۔

"جی جی جا رہا ہوں۔جلدی آیئے گا مجھے رات میں دوستوں کے ساتھ جانا ہے۔"

یہ عاصم اور اُسکے دوست۔واصف نے سکرین سے ہی اُسے گھوری سے نوازا۔

"خبردار"

"میرے آنے تک ہلنا بھی نہیں ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

سختی سے بولتے وہ کال کاٹ گیا۔تھکی سی سانس خارج کرتے اُس نے زرمین کی آواز سنی۔

"چلے جائیں گھر۔یہاں کیوں ٹائم ویسٹ کر رہے ہیں؟"

"تمہیں بھیج کر چلا جاؤں گا۔"اُسے دیکھے بغیر جواب دیا گیا۔

"میں آپکا سر درد نہیں ہوں۔"اُس نے سختی سے کہا۔واصف اُسکے لہجے پر چونک گیا۔شکوہ کناں نظر اُس پہ ڈالی تو اب کی بار وہ سرسری سے انداز میں بولی۔

"ویسے بھی شارم ہے یہاں آپ چلے جائیں۔"

"اگر کنزیٰ کے لیے کہہ رہی ہو تو میں ویسے بھی اِس وقت آفس ہوتا ہوں زرمین۔"

وہ جانتا تھا کہ اُس نے ساری بات سُنی ہو گی۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ واصف کی طرح وہ بھی کنزیٰ کے لیے فکر مند ہوئی ہو گی تبھی اُس نے براہِ راست کہہ دیا تھا۔زرمین اُسکے اندازے پر بالکل حیران نہیں تھی۔صرف واصف نہیں، سب ہی کنزیٰ سے اُسکی انسیت جانتے تھے۔

"شادی کیوں نہیں کر لیتے آپ۔؟"

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اُس نے چند ہفتے پہلے پوچھا سوال دوہرایا۔واصف نے کوئی جواب نہیں دیا۔یقیناً وہ اِس سوال سے کان لپیٹ چکا تھا۔زرمین نے معنی وہی رکھتے بات بدل دی۔

"آپ کو کیا معلوم کہ کنزیٰ کو اپنے ساتھ کسی کی کتنی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں زرمین۔"

"ہر روز شام کو تھکا ہارا واپس جاتا ہوں تو اُس کے آنسو دیکھ کر اُسکے خالی پن کا احساس اچھے سے ہوتا ہے۔مگر میں مجبور ہوں۔"

اُس نے زرمین کی بات کے جواب میں افسردگی سے کہا تھا۔

"آخر ایسی بھی کیا مجبوری ہے کہ آپ چھوٹی سی بچی، جو کہ آپ کی سگی بہن ہے اُسے اذیت دے رہے ہیں۔"

وہ شکایتی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تم نہیں سمجھو گی زرمین۔" بے بسی سے کہتے وہ سر جھٹک گیا۔

"میرے سمجھنے نا سمجھنے سے کیا ہو جائے گا؟ آپ پلیز ماضی کو بھول جائیں۔صرف کنزیٰ کی خاطر کسی کو اپنی زندگی میں شامل کر لیں۔"

اُس کا انداز سمجھانے والا تھا۔جب سے کنزیٰ کے رونے کی آواز سُنی تھی اُسے تو خضر کا بھی خیال نہیں رہا تھا۔واصف نے اب کی بار کوئی جواب نہیں دیا تھا البتہ سر زور و شور سے نفی میں ہلاتا رہا۔

"تو پھر جب تک دل نہیں مانتا اُسکے لیے کیئر ٹیکر رکھ لیں۔"زرمین کا انداز حتمی تھا۔جیسے اُس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

"قطعاً نہیں۔اپنی بہن کے معاملے میں تمہارے علاوہ میں کسی عورت پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔نہ میری زندگی میں آئی کسی لڑکی پر نہ کسی آیا پر۔"

اُس نے ڈھٹائی سے کہا۔جیسے اُسے زرمین کے سامنے کچھ بھی بول دینے کی پروا نہیں تھی۔

"میں امی کی زندگی میں صرف تمہیں اپنے لیے تصور کرتا تھا۔پھر اُنکے جانے کے بعد کنزیٰ کے لیے بھی وہ تم ہی تھیں جس پر میں اندھا اعتبار کر سکتا تھا مگر دیکھو سب میرے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلتا گیا۔"

وہ خالی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا تھا۔آنکھوں میں یکدم ویرانی اتر آئی تھی۔وہ اپنی باتوں سے زرمین کے زخم بھی ہرے کر رہا تھا۔

"خدارا ماضی کو مت دوہرایا کریں۔"

اُس نے تڑپ کر التجا کی۔اُسکی تکلیف محسوس کرتا واصف سر جھکا گیا۔اور کیا کرتا؟ وہ خود بھی مجبور تھا۔

"اپنی نہیں کرنا چاہتے تو عاصم کی شادی کر دیں۔"

کچھ دیر بعد اُس نے ایک اور حل پیش کیا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ حل ضرور اُس نے عاصم کی آخری بات کے پیشِ نظر دیا تھا۔

"وہ چھوٹا ہے ابھی۔لا ابالی سا ہے۔جتنے مرضی ڈرامے کر لے شادی کے نام پر وہ بھی بھاگتا ہے ابھی۔اور پھر اپنے حصے کا بوجھ اُسکے کندھوں پر نہیں ڈال سکتا۔"

اُسے بتاتے ہوئے آخر میں وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔زرمین نے تاسف سے سر ہلایا۔یہ شخص اُسکی کسی بھی بات پر قائل نہیں ہو رہا تھا۔اِس سے زیادہ وہ کیا کہتی؟ جو وہ چاہتا تھا وہ تو کبھی ممکن تھا ہی نہیں۔

"پھر جیسے آپ کو مناسب لگتا ہے کریں۔"

اُس نے ناراضگی سے کہا۔وہ اُسکے ناراض ہونے پر بھی اُسکی بات نہیں مان سکتا تھا بس بے بسی سے مسکرا دیا۔

"مگر ایک نصیحت کر دوں۔"

"کنزیٰ کو گھر پر اکیلے مت چھوڑا کریں۔زمانہ کیسا خراب ہے اِسکا اندازہ آپکو مجھ سے زیادہ ہو گا۔اتنی پیاری معصوم گڑیا ہے اُسکا بہت دھیان رکھیں۔اِس دو دھاری دنیا کے سرد و گرم سے اُسے بچانا آپکی ذمہ داری ہے"

اُس نے مزید کہا اور بھرپور ناراضگی سے اُسکی طرف سے رُخ موڑ گئی۔جیسے اب مزید بات نہیں کرنا چاہتی۔واصف نے زرمین کے معاملے میں خود کو ہمیشہ کی طرح آج بھی بے بس ہی پایا تھا۔

****

بالاج اُنکے مطالبے پر ہونق بن کر اُنہیں دیکھے گیا۔پروفیسر زوار کے دونوں ہی بیٹے نہیں جانتے تھے کہ اُنکے باپ نے کس کے متعلق بات کی تھی۔چھوٹا جو بالاج کا ہی ہم عمر لگتا تھا، بڑی معنی خیزی سے بڑے کو تکنے لگا۔بڑے کی تو سانس سینے میں اٹک گئی تھی۔وہ تو کسی اور کو دل میں بسائے بیٹھا تھا مگر یہ اُنکے ابا کیا کرنے جا رہے تھے۔وہ دونوں بھائی تو یونہی اپنی توانائی ضائع کر رہے تھے کیونکہ مسز زوار اپنے شوہر کا چہرہ پڑھ کر کافی مطمئن لگ رہی تھیں۔وہ اپنی زیرک اور معاملہ فہم نگاہوں سے بالاج کے چہرے کا اتار چڑھاؤ ملاحظہ کر رہے تھے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔وہ میری بیوی ہے اب۔نکاح ہو چکا ہے ہمارا۔"

جھنجھلاہٹ چھپاتے اُس نے سنجیدگی سے بتایا۔بڑا بیٹا تو اِس انکشاف پر پُر سکون ہوا تھا جبکہ چھوٹے کے ارمان پر چند ہی منٹ میں اوس پڑ گئی تھی۔بڑے نے چھوٹے کے تاثرات پر مسکراہٹ دبائی۔

جبکہ بیٹوں کے برعکس مسٹر اور مسز زوار کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"ارے واہ ماشاءاللہ۔اگر زوار آپکو نہ گھیرتے تو آپ اب بھی ہمیں نہ بتاتے۔"

مسز زوار نے مسکراتے ہوئے کہا۔بیٹوں کو باپ کی شرارت اب سمجھ لگی تھی۔چھوٹے کا تو باقاعدہ منہ بن گیا تھا۔البتہ بالاج کی سنجیدگی میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔

"کب پیش آیا یہ حسین وقوعہ؟"

پروفیسر زوار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"امی کی ڈیتھ سے دو دن پہلے۔"

"امی نے مجھ سے کہا تھا کہ اُنکے مرنے سے پہلے اُنکی ایمی کو سہی سلامت واپس لے آؤں مگر سر"

ماحول ایک دفعہ پھر سوگوار ہو گیا تھا۔

"مم.....میں اُسے سہی سلامت واپس نہیں لا سکا۔وہ میری زندگی کا سیاہ دن تھا سر۔"

اُسکی آنکھوں کی زمین پھر نم ہونے لگی تھی۔

"اُسی دن امی کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔مجھے لگا تھا وقت کے ساتھ وہ سنبھل جائیں گی مگر وہ تو میرے ہاتھوں سے نکلتی چلی گئیں۔"

اِسی دوران رجاء مشعال کو لیے اندر داخل ہوئی۔

"دو دن مسلسل بیمار رہنے کے بعد اُنہیں اپنی نہیں بلکہ رجاء کی فکر ستانے لگی تھی۔اُنہی کے اصرار پر تیسرے روز ہمارا نکاح ہوا تھا۔وہ بہت خوش تھیں۔اُس روز اُنکی خوشی دیکھ کر مجھے اپنے 'خسارے' کی بھی پروا نہیں ہوئی تھی۔"

خسارے کے لفظ پر زور دیتے اُس نے باقاعدہ رجاء کو دیکھا تھا۔رجاء کے چہرے پر سائے سے لہرانے لگے تھے۔وہ تنہائی میں ہی نہیں بلکہ اتنے لوگوں کے بیچ بھی اُسکی توہین کر رہا تھا۔اُسکے دل پر منوں بوجھ بڑھ گیا تھا۔

"بیٹا میں نے ابھی بتایا آپکو خوشیاں جہاں ملیں اُنہیں خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیے۔ابھی آپ نہیں مانیں گے مگر ایک دن آپ اِس بچی کو اپنی خوشی ضرور تسلیم کریں گے۔"

رجاء کی کیفیت سمجھتیں مسز زوار نے نرمی اور محبت سے کہا۔بلا واسطہ اُنہوں نے رجاء کو بھی تسلی دی تھی۔

"ارے تو یہ ہیں بالاج کی پیاری سی گڑیا۔؟"

پروفیسر زوار نے مشعال کو دیکھتے پوچھا۔سب ہی اُس چودہ پندرہ سالہ نازک سی لڑکی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔اُسکا دھلا دھلا شفاف چہرہ دیکھ کر صاف معلوم ہو رہا تھا کہ رجاء اُسے نیند سے جگا کر

لائی تھی۔کندھوں سے نیچے تک آتے بالوں کی نفیس سی چٹیا کیے، شارٹ فراک اور جینز پہنے وہ پُر کشش لگ رہی تھی۔اُسے دیکھ کر بالاج کے چہرے پر ڈھیروں اطمینان اترا۔رجاء نے اُسے خوب سنوار کر رکھا ہوا تھا۔سب کی نظریں خود پر محسوس کرتی مشعال رجاء کے پیچھے چھپنے لگی تھی۔

"مشی جاؤ انکل اور آنٹی سے سلام لو۔"

رجاء نے اُسے سامنے کرتے نرمی سے کہا۔

"آپ بھی چلو۔"

وہ اُسکا ہاتھ پکڑے اُسے بھی ساتھ چلنے کا کہہ رہی تھی۔سب نے حیرت سے دیکھا۔وہ کوئی زیادہ چھوٹی تو نہ تھی جو رجاء کو ساتھ لے لے کر پھرتی۔رجاء کو لگا وضاحت دینی چاہیے۔

"وہ خالہ اور ایمی کے بعد"

وہ بتاتے بتاتے رُکی۔بالاج کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ اُسے اُسکی زبان سے ایمی کا نام سننا گوارا نہیں۔سب نے ہی اُنکے بیچ چلتی کشیدگی محسوس کی تھی۔رجاء ضبط کرتے الفاظ بدل گئی۔

"اصل میں اچانک دو قریبی لوگوں کی دوری نے مشی کو ایسا ہی بنا دیا ہے۔میں کوشش کر رہی ہوں یہ جلد سہی ہو جائے۔"اُس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹی۔"مسز زوار ہنوز نرمی سے بولیں۔سب نے ہی سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔پروفیسر زوار نے یوں بھی سائیکولوجی پڑھ رکھی تھی تو وہ اِس سب کی کافی سمجھ رکھتے تھے۔اِسی لیے وہ مشعال کے لیے رجاء کے برتاؤ پر زیرک نگاہیں جما بیٹھے تھے جو اب اُسکا ہاتھ پکڑے مسز زوار کے پاس لے آئی تھی۔

"کیا نام ہے پیاری سی گڑیا کا؟"

وہ جانتے ہوئے بھی پوچھ رہی تھیں۔ساتھ اُسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"مشی۔"

مدھم آواز میں اُس نے وہی نام بتایا جس سے اُسے سب پکارتے تھے۔مسز زوار کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ ابھری۔کچھ آگے ہوتے اُنہوں نے اُسکے دونوں گال چوم لیے۔رجاء مسکرائی تھی جبکہ مشعال کچھ غیر آرام دہ ہو کر رجاء سے لپٹی۔

"رجاء آپی۔"

"اِنکو بولو یہ اپنی گڑیا کو پیار کریں۔"

وہ سر اٹھائے شکایتی انداز میں رجاء سے مخاطب تھی جبکہ اُسکا اشارہ مسز زوار کی گود میں سوئی بچی کی طرف تھا۔اُسکی بات کا مطلب سمجھتے وہ سب ہنس دیے۔پھر رجاء مشعال کو لیے بائیں طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔پروفیسر کے بیٹے اب بالاج سے باتیں کر رہے تھے جبکہ مسٹر اور مسز زوار کی نظریں مشعال پر تھیں جو ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے، رجاء کے کان میں گھسی ہوئی تھی۔اُسکی بات سنتی رجاء نے اٹھ کر ایک پلیٹ میں فنگر فِش کے پیس رکھے اور اُسے اپنے ہاتھ سے کھلانے لگی۔وہ جتنی توجہ اور محبت سے اُسے کِھلا رہی تھی مسز زوار کے چہرے پر ستائش ابھری۔پروفیسر زوار بھی مسکرا رہے تھے۔بالاج بھی گفتگو کے دوران وقفے وقفے سے اُس پر نظر ڈال رہا تھا۔اُس نے پھر کوئی سرگوشی تھی جس کے بعد رجاء نے اٹھ کر پلیٹ میں دو نگِٹس اور گارلِک ساس ڈالی اور ٹِشو باکس سے ایک ٹِشو نکال کر واپس اُسکے ساتھ جا بیٹھی۔پہلے ٹِشو سے اُسکی ناک صاف کی پھر فورک سے نگٹس کے ٹکڑے کر کے اُس پر ساس لگا کر کھلانے لگی۔

بالاج اُسکے ہر نوالے پر یوں مطمئن ہو رہا تھا جیسے سب کچھ خود اُسکے پیٹ میں جا رہا ہو۔

وہ سب کافی دیر تک بیٹھے ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے۔مشعال اپنا پیٹ بھر کر اب رجاء کے کندھے پر سر رکھے، سامنے بیٹھی مسز زوار کی گود میں موجود بچی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں آپ دونوں کو کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا۔"

کچھ لمحوں بعد پروفیسر زوار نے گلا کھنکار کر رجاء اور بالاج کو متوجہ کیا۔

"بیٹا یہ بات درست ہے کہ تربیت ہی اولاد کو سب سکھاتی ہے۔کوئی والدین ایسے نہیں ہوتے جو اپنی اولاد کی بہترین تربیت نہ کرنا چاہیں۔یہاں تک کہ اگر والدین خود برے ہوں اُس صورت میں بھی وہ اپنی اولاد کو سب سے بہترین بنانا چاہتے ہیں۔"

وہ دونوں نا سمجھی سے اُنہیں دیکھنے لگے۔

"آپ دونوں کو یہ بات بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اب اِس بچی کے ماں باپ آپ دونوں ہیں۔آپ دونوں کو ہی والدین کی طرح اِسکی تربیت کرنی ہے۔"

اُنہوں نے رجاء کے ساتھ بیٹھی نیند میں جھولتی مشعال کی طرف اشارہ کرتے وضاحت دی تو اُن دونوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں ہی اِس مقصد کو پورا کرنے کی سر توڑ کوشش کریں گے مگر اِس کے ساتھ ساتھ بچی کو سمجھنا، اُسکے ہر انداز پر غور کرنا اور اُسکے ساتھ ہر طرح سے دوستی رکھنا آپ دونوں کے لیے ضروری ہے۔"

وہ دونوں توجہ سے سُن رہے تھے اور اُنکی بات کا مقصد بھی اچھے سے سمجھ رہے تھے۔

"اور یہ، 'ہمیشہ سچ بولنا' والا سبق ہر والدین اپنی اولاد کو دیتے ہیں۔یہ رٹا رٹایا سبق ہے۔ہر درسگاہ میں یہی سکھایا جاتا ہے۔آپ اپنی بچی کو یہ سکھائیں گے کہ اپنے گھر کے سربراہان سے کبھی کوئی بات چھپایا نہیں کرتے۔جیسی بھی پریشانی ہو یا بھلے خوشی کی بات ہو، اپنے گھر والوں کو ہر چیز میں حصہ دار بنائیں۔یہ بچے کے لیے بہترین سبق ہو گا۔"

اُنہوں نے کافی تفصیل سے بتانے کے بعد بالاج کی پشت تھپکی تو وہ مسکرا دیا۔اُنکی اِنہی باتوں کہ وجہ سے وہ اُنکا گرویدہ تھا۔اُنکا بےحد احترام کرتا تھا۔اور اُسکی اِس قدر عزت اور احترام کی ہی بدولت وہ اُنکی آنکھ کا تارا بن چکا تھا۔

"مشی کو نیند آ رہی ہے۔اِسے روم میں چھوڑ آؤ۔"

بالاج نے مشعال کو اونگھتے دیکھا تو رجاء کی طرف دیکھے بغیر اُسے مخاطب کیا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تو اٹھی تھی۔"

رجاء پریشانی سے بولی۔پھر مشعال کی گال تھپتھاتے نرمی سے پوچھا۔

"میری جان کو اِتنی جلدی کیوں نیند آ گئی؟"

مشعال نے بمشکل آنکھیں کھولتے سر ہلایا۔رجاء کو تشویش ہوئی مگر ظاہر کیے بغیر ہنوز نرمی سے بولی۔

"اگر مشی اپنا سونا کم کرے گی تو اُسے مزے مزے کے کھانے بنا کر دیا کروں گی۔"

"سچی میں"

اِس آفر پر ایک لمحے کو تو مشعال کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔سب اُن دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔بالاج کو رجاء پر غصہ آنے لگا تھا جو اِس وقت اُسکی بہن کی نیند کی دشمن لگ رہی تھی۔

"ہاں بالکل سچ"

رجاء نے اُسکی گال چومتے کہا تو وہ ادھ کھلی آنکھوں سمیت مسکرائی۔

"اوکے پھر مجھے تھری مِلک کیک کھانا ہے۔"

اُس نے بڑی چاہت سے فرمائش کی۔سوائے بالاج کے، سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

"پر مجھے سونا ہے۔"

اور فرمائش کرتے ہی وہ دوبارہ رجاء کی گردن میں چہرہ چھپانے لگی تھی۔رجاء کے ماتھے پر تفکر کی لکیریں ابھریں۔وہ اُس حادثے کے بعد سے اب تک سکول بھی نہیں گئی تھی۔گھر میں بھی زیادہ وقت صرف سو ہی رہی تھی۔رجاء کی پریشانی بجا تھی۔

"وہ نیند چاہتی ہے۔"

اُسے اب بھی اٹھتے نہ دیکھ کر بالاج نے کچھ ناگواری اور سختی سے کہا۔رجاء نے پریشان نظر اُس پر ڈالی اور جھلا کر بولی۔

"پر اتنا سونا اُس کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔"

بدلے میں بالاج نے جن دہکتی نظروں سے اُسے گھورا تھا رجاء کو اٹھنا ہی پڑا۔اُس نے اپنے کندھے سے چپکی مشعال کو اُسی طرح اٹھایا اور باہر نکل گئی۔مشعال اتنی چھوٹی نہیں تھی کہ اُسے یوں گود میں اٹھایا جاتا مگر رجاء وہ سب کر رہی تھی۔جتنی توجہ کی اِس وقت اُس بچی کو ضرورت تھی وہ اُس سے بڑھ کر اُسے توجہ دے رہے تھے۔مسٹر اور مسز زوار نے پہلے ستائشی نظروں سے دور جاتی رجاء کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو۔پھر مسز زوار توصیفی انداز میں بولیں۔

"ماشاءاللہ بہت سمجھدار بچی ہے۔"

"آپکی امی نے بہت سوچ سمجھ کر اُسے آپکے نکاح میں دیا ہے۔اُنکا یہ فیصلہ اور بروقت نکاح کر دینا آپکے لیے صرف بہتری لائے گا۔اُنہوں نے نہ صرف مشعال کو سیف کیا بلکہ رجاء بیٹی کو اور آپکو بھی زندگی جینے کا مقصد دیا ہے۔"

وہ شائستگی سے بولیں تو پروفیسر زوار نے محبت پاش نظروں سے بیوی کو دیکھا۔وہ بالکل درست بات ہی تو کر رہی تھیں۔

"بڑوں کے فیصلوں کا نتیجہ کبھی غلط نہیں نکلتا۔مجھے نہیں لگتا کہ اِس لڑکی سے زیادہ کوئی تمہاری بہن کو سنبھال سکے گا۔"

پروفیسر نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔کوئی کچھ بھی کہتا پر اب بالاج کسی صورت قائل نہیں ہو سکتا تھا۔

"اِس کی وجہ سے میں اپنی ایک بہن کھو چکا ہوں۔"

اُسکے لہجے میں گہرا ملال تھا۔بدگمانی حد سے زیادہ تھی۔مسز زوار نے تاسف سے سر ہلایا۔

"اونہوں۔اِسکی وجہ سے نہیں۔اللہ کی رضا سے۔"

پروفیسر نے نرمی سے ٹوکا۔وہ بالاج کے چہرے پر اب بھی بدگمانی دیکھ سکتے تھے۔اِس لیے بیگم کے اشارے پر وہ موضوع سمیٹتے بولے۔

"ہم اب اِس پر زیادہ بات نہیں کریں گے۔تم خود وقت گزرنے کے ساتھ جان جاؤ گے کہ ہم نے جو کہا تھا بالکل درست تھا۔"

اُنہیں یقین تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ وہ خود ہی سمجھ جائے گا مگر یہ شاید اُنکی بھول تھی۔رجاء کی زندگی اب شاید کبھی آسان نہیں ہو سکتی تھی۔

****

بھرپور نیند لے کر وہ ابھی اٹھی تھی۔شارم موجود نہیں تھا اِسکا مطلب وہ جا چکا تھا۔اُس نے موبائل سے ٹائم دیکھا تو دوپہر کے دو بج رہے تھے۔اُس کے لیے یہ بالکل حیران کن نہ تھا کیونکہ وہ گزشتہ دنوں میں اتنا ہی سونے کی عادی ہو چکی تھی۔سستی کی وجہ سے وہ وہیں بیٹھی موبائل چھاننے لگی کہ کوئی ایسا مل جائے جس سے وہ ہلکی پھلکی باتیں کر سکے۔سب سے پہلے اُس نے زمل کو میسج کیے۔

"یار ایک کام کہا تھا تمہیں؟ کیا بنا؟"

"زمل یار اگر تم نے منع کرنا ہے تو جلدی بتا دو۔"

یہ پیغام وہ اُسے گزشتہ تین دنوں میں کتنی ہی دفعہ دے چکی تھی اور وہ مصروف ہوں کہہ کر ٹال رہی تھی۔وقت گزاری کے لیے دوسری سہیلیوں کو بھی میسج کیے مگر اِس وقت کوئی موجود نہ تھا۔اُسے بوریت ہونے لگی۔اِس گھر میں ضرورت سے زیادہ خاموشی اور سناٹا رہتا تھا جبکہ وہ بچپن سے چچا کے خاندان کے ساتھ رہتی آئی تھی اِس لیے گزشتہ دِنوں سے یہ خاموشی اُسے بری طرح کھِل رہی تھی۔وہ الگ بات تھی کہ اُس وقت وہ بالکل تنہائی چاہا کرتی تھی اور چچا لوگوں کے ساتھ رہنا سخت

زہر لگتا تھا مگر اب اُسی سب کو اندر ہی اندر یاد کرنے لگی تھی۔اُس نے اپنی سوچوں سے بمشکل خود کو نکالا۔اِنہی فضول سوچوں سے جان چھڑوانے کے لیے ہی تو وہ زیادہ سے زیادہ سونے لگی تھی۔

اچانک سناٹے میں اُسے چیزوں کی چھیڑ چھاڑ کی آواز آئی۔وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔شارم تو تھا نہیں۔زہرا نیچے ہی ہوتی تھیں۔اور اِس وقت تو منزہ بھی چلی جاتی تھی پھر کون ہو سکتا تھا؟

وہ سرعت سے بیڈ سے اتری۔جوتے پیروں میں اڑسے اور باہر کی راہ لی۔راہداری میں آئی تو معلوم ہوا کہ آوازیں سامنے والے کمرے سے آ رہی ہیں۔اُس نے پہلے نیچے جھانکا۔زہرا کے کمرے کا دروازہ بند تھا پھر اوپر کون تھا؟ ایک لمحے کو وہ سہمی پھر ہمت کر کے سارہ کے کمرے کی طرف گئی۔بنا آواز پیدا کیے دروازہ کھولا تو سامنے ہی زہرا نظر آ گئیں۔الماریوں سے سارے کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھے وہ شاید دوبارہ ترتیب دے رہی تھیں۔

"اوہ آپ ہیں یہاں۔"

اُس نے گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے کہا۔زہرا چونک کر مڑیں جبکہ وہ کہہ رہی تھی۔

"افففف میں تو ڈر گئی تھی۔"

"ڈر کیوں گئیں؟"

اُسکے حلیے پر نظر ڈالتے انہوں نے پوچھا۔ہلکے گلابی رنگ کے ڈھیلے سے نائیٹ سوٹ میں ملبوس، گلابی ہی سلیپرز پہنے، سنہری سیدھے بال بکھرے ہونے کے باوجود بھی وہ نظر ٹھہر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔وہ کبھی اُن کے سامنے اِس حلیے میں نہیں آئی تھی تبھی آج اُنکی نظر ٹھہری۔شارم سہی دیوانہ ہوا تھا۔وہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں۔خیر اِس وقت وہ سارہ کی طرح ہی لگ رہی تھی۔اُسی کی طرح بے پراو۔

اور اُسی کے جتنی پیاری۔پر سارہ اِتنی پیاری بھی نہیں۔میری بیٹی ہے شاید اِس لیے ہمیشہ خوبصورت لگتی ہے۔وہ اپنی سوچوں کو خود ہی جھٹک رہی تھیں۔

"خالی گھر ہے۔کوئی ہوتا ہی نہیں میرے اور آپکے علاوہ۔آپ بھی نیچے ہی ہوتی ہیں تو میں سمجھی پتہ نہیں کون ہو گا۔"

کمرے کے اندر آتے وہ کہہ رہی تھی۔اُسکی آواز پر وہ سوچوں سے باہر نکلیں۔

"ہمم گھر تو میرا واقعی خالی ہو گیا ہے۔سارہ ہوتی تو کیسے ہر جگہ رونق لگائے رکھتی۔"

وہ بھی افسردگی سے بولیں۔اب سارہ یاد آ گئی تھی تو سارہ کی ہی باتیں ہونی تھیں۔انہوں نے سرد آہ بھری اور تھکی تھکی سی بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"آپ اُسے مِس کر رہی ہیں تو بُلا لیں واپس۔"

یہ بات تو اُس نے پہلے دِن ہی محسوس کر لی تھی کہ زہرا بیٹی کو بہت یاد کرتی تھیں۔آج خلوص سے مشورہ بھی دے دیا۔جانے کیوں اُسے زہرا کا بات بات پر سارہ کو یاد کرنا اچھا لگتا تھا۔شاید اپنی محرومی کی وجہ سے۔

"ہاں شارم سے کہوں گی لے آئے اُسے بہت ہو گیا اب"

اُسکے تاثرات جانچتے زہرا نے کچھ سوچ کر کہا۔وہ واقعی سارہ کو واپس بلا لینا چاہتی تھیں۔اِس بے تکے سے ڈرامے میں وہ کم سے کم اپنی اولاد کو دور نہیں رکھ سکتی تھیں۔

"ناشتہ بھی نہیں کیا تم نے میں انتظار کرتی رہی نیچے تمہارا۔پھر اوپر آئی ہوں دو دفعہ تمہارے کمرے میں جھانکا مگر ہمیشہ کی طرح تم سو رہی تھی۔"

زہرا نے بات بدلی۔اب اُس میں سارہ کی جھلک نظر آ گئی تھی تو فکرمندی فطری تھی۔

"وہ سوری آنٹی۔میں دیر سے اٹھتی ہوں۔"

اپنے شرمندہ ہونے پر اُسے حیرت ہوئی تھی۔بس یہی نہیں آج اُس نے اپنی شرمندگی اور اُنکے خلوص پر اُنکی خاطر کہہ ہی دیا۔

"پر میں کوشش کروں گی آئندہ جلدی اٹھ جاؤں۔"

اب حیران ہونے کی باری زہرا کی تھی۔اُنہیں تو لگا تھا یہ لڑکی بڑی ٹیڑھی اور تیکھی واقع ہو گی مگر یہ کیا؟ شارم کو بتانے کا سوچتے اُنہوں نے بس سر ہلا دیا۔

"اب تو دوپہر کے کھانے کا بھی ٹائم نکل گیا ہے۔کچھ ہلکا پھلکا بنا دوں؟ یا کھانا لگواؤں؟" گھڑی کی طرف دیکھتے اُنہوں نے پھر پوچھا۔

"نہیں آنٹی بھوک نہیں ہے۔"بھوک تو لگی تھی پر شرمندگی سے بس وہ یہی کہہ سکی۔

"آپ صبح سے ہی اکیلی ہیں؟"

اب وہ اُنکے سامنے آکر ایزی چیئر پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔

"ہاں شارم کے ساتھ ناشتہ کیا تھا۔وہ چلا گیا۔تب سے اکیلی ہوں۔"

بیڈ پر رکھے کپڑوں کو تہ لگاتے انہوں نے بتایا۔

"کہاں گئے؟" بے اختیار وہ پوچھ بیٹھی۔زہرا نے چونک کر دیکھا۔وہ ہرگز متوجہ نہیں تھی بلکہ وہ تو اُنکی گود میں رکھے سارہ کے کپڑوں کو دیکھ رہی تھی۔جانے کیا سوچ رہی تھی۔؟

"آفس گیا ہے۔"

اُنہوں نے بتایا مگر اُس نے تو جیسے جواب جاننے کے لیے سوال کیا ہی نہ تھا تبھی سر ہلانا تو دور اُس نے اُنہیں دیکھا بھی نہیں۔

تاسف سے سر ہلاتے زہرا دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئیں۔اور وہ غائب دماغی سی بیٹھی رہی۔کچھ دیر بعد اُنہوں نے دیکھا تو وہ ڈریسنگ کے شیشے میں خود کو دیکھتے انگلیوں سے بال سلجھا رہی تھی۔

"ہو بہو میری سارہ لگ رہی ہو۔"

اُنہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔عشمیرہ پھر حیران ہوئی۔کوئی اتنا بھی کسی کو یاد کر سکتا ہے؟ بے اختیار اُسے سارہ پہ رشک آیا۔

"وہ بھی شیشہ دیکھ کر اُسکے سامنے سے نہیں ہٹتی۔پھر بار بار خود کو ہی دیکھتی رہتی ہے۔"

وہ مسکراتی آواز میں ایسے بتا رہی تھیں جیسے تصور میں سارہ ہی کو دیکھ رہی ہوں۔

"بہت پیار کرتی ہیں ناں آپ سارہ سے۔"وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔اُسکے انداز میں حسرت سی تھی۔زہرا چونکیں۔یکدم اُنہیں احساس ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ سے شدید بدگمان ہے۔

"سب ماں باپ ہی اولاد سے پیار کرتے ہیں۔خاص طور پر بیٹیوں سے۔"اُنکا انداز کچھ جتاتا سا تھا۔

"نہیں ہر ماں باپ نہیں کرتے۔"اُس نے دو ٹوک کہا۔زہرا کو افسوس ہوا۔اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں عشمیرہ سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔یقیناً اُسے اندازہ تھا کہ زہرا اب اُسے ماں باپ کے خلوص پر ایک لمبا لیکچر دیں گی۔

"کتنی بوریت ہے یہاں۔"

بھرپور انگڑائی لیتے اُس نے خوبصورتی سے ٹال دیا۔

"میں ابھی اپنی دوستوں کو میسج کر رہی تھی کہ کوئی تو آن لائن ہو اور جواب دے مگر کسی نے ریپلائی نہیں کیا۔"

زہرا نے اُس پر گہری نظر ڈالی۔بڑی عجیب لگی تھی وہ اُنہیں۔کتنے اچھے طریقے سے اُس نے بات بدلی تھی۔

"مصروف ہوں گی سب۔"

اُنہوں نے کہا۔عشمیرہ اب پھر شیشے میں خود کو دیکھ رہی تھی۔

"جی سب مصروف ہو گئی ہیں۔اور عشمیرہ فارغ ترین"

ہنستے ہوئے جیسے اُس نے اپنا مذاق اڑایا۔زہرا کو تعجب ہوا۔آخر اِس لڑکی کو کیا بات کھِل رہی تھی؟ ماں باپ کی بے رُخی؟ تنہائی؟ اپنا خالی پن؟ شاید اِن میں سے کچھ۔ہاں ہو سکتا ہے شارم کی بہت زیادہ مصروفیات بری لگ رہی ہوں۔یہ ایک اور سوچ بھی ذہن میں آئی جو کہ بالکل غلط تھی۔وہ اب اپنا کام چھوڑ کر پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تو تم بھی مصروف کر لو خود کو۔"

اُنہوں نے مشورہ دیا۔

"سمجھ ہی نہیں آتی کیا کروں۔"

تھکے تھکے سے انداز میں اُس نے کہا۔

'دماغ مفلوج ہو رہا ہے۔سوچیں ختم ہو چکی ہیں۔سب بے مقصد ہے۔پوری زندگی بے مقصد ہے۔چاروں طرف اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔'

اُن کے مشورے پر اُس کے اندر یہ شور بھی برپا ہوا۔اُسکا دل کیا یہ سب چیخ چیخ کر اُنہیں بتائے مگر لب خاموش رہے۔خیر اِسی میں ہی بہتری تھی۔

"شارم کی یاد آ رہی ہے کیا؟"

اُسکی لمبی چپ پر زہرا نے اندازہ لگایا۔وہ بری طرح غرق کرتی سوچوں سے زبردستی نکلی اور اُنکی بات پر آنکھیں پھیل گئیں۔اُس نے سر نفی میں ہلانا چاہا مگر یونہی پھٹی آنکھوں سے اُنہیں دیکھے گئی۔اُنہوں نے ایسا گمان بھی کیسے کر لیا؟ وہ تو بس یہی سوچ رہی تھی۔

"کال کر لیتیں اُسے۔بات ہو گی تو دل بہل جائے گا۔"

عشمیرہ نے تعجب سے دیکھا۔وہ اُنہیں خاموش کروا دینا چاہتی تھی۔

"شارم کو کہوں گی تمہیں کہیں باہر لے جائے۔سارا دن بور ہوتی رہتی ہے۔تمہیں بھی یاد کرتی ہے۔"

نرمی سے کہتے وہ عشمیرہ کے چودہ طبق روشن کر چکی تھیں۔وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"نہیں یاد تو نہیں.....میرا مطلب میں خود کہہ دوں گی اُنہیں۔اور کر لوں گی کال۔"

اُس نے تیزی سے کہا مبادا وہ شارم کو خود سے کچھ الٹا سیدھا نہ کہہ دیں۔

"میں چلتی ہوں۔شاور لوں گی اب اور چینج کروں گی۔"

زہرا کی ایکسرے کرتی نظریں دیکھ کر اُس سے مزید وہاں نہ رُکا گیا تو تیزی سے نکلنے لگی۔

"کھانا؟" اُنہوں نے پھر پوچھا۔

"سب کے ساتھ اب بس ڈنر ہی کروں گی۔"

اب کی بار مڑے بغیر جواب دیتے وہ فوراً کمرے کی طرف لپکی۔جان خلاصی پر اُس نے سکون کی سانس لی۔جب معلوم ہو گیا تھا کہ کمرے میں وہی تھیں تو ضرورت ہی کیا تھا اُنکے پاس جانے کی۔؟ وہ خود کو کوسنے لگی۔کچھ دیر کوسنے کے بعد وہ فریش ہونے چلی گئی۔

فریش ہو کر اُسے بھوک محسوس ہونے لگی۔زہرا کو تو انکار کر چکی تھی۔اب اِسکا کوئی حل نہ تھا سوائے اِس کے کہ وہ اپنے کمرے میں رکھے پھل کھا لے۔فی الحال وہ اُنہی سے اپنی تواضع کرنے لگی۔فارغ ہو کر اُس نے موبائل دیکھا۔سکرین پر زمل کا جوابی پیغام اُسکے لیے خوشی کی نوید لایا تھا۔

"میں نے تمہارا کام کر دیا ہے عشمیرہ۔"

"اچھا؟ شکر ہے۔"

اُس نے حیرانی کے ساتھ شکر بھی ادا کیا۔

"میں کال کر لوں تمہیں"

یکدم وہ پُرجوش ہو گئی۔وہ ساری تفصیل کال کر کے سننا چاہتی تھی۔اُدھر شارم جو اُسکے جوش پر جل بھن رہا تھا کال کا سن کر مزید بدمزہ ہوا۔آخر کہاں پھنس گیا تھا وہ؟

"نہیں میں ابھی بِزی ہوں یار۔"

اُس نے صاف منع کر دیا۔کال تو وہ کبھی کر ہی نہیں سکتا تھا یوں بھی وہ اِس وقت ہسپتال میں تھا اور خضر کی وجہ سے اُسکا دماغ گرم تھا۔اِس لیے اُسکا میسج کرنے کا بھی موڈ نہیں تھا۔

"میں نے دیکھا تھا ایف بی پر۔وہاں تو اُسکی آخری پوسٹ دو مہینے پہلے کی ہے۔"

اُس نے جھوٹ بول کر ہی جان چھڑوانے کا سوچا تھا مگر یہاں وہ خوش قسمت ثابت ہوا کہ جھوٹ بولنے سے بچ گیا۔ضارب واقعی دو مہینے سے وہاں ایکٹِو نہیں ہوا تھا۔

"یار زمل تم بھی کیا کرتی ہو۔"

"پوسٹ سے کیا ہوتا ہے۔پوسٹ تو لوگ دیر دیر تک بھی نہیں کرتے۔تم نے میسج کرنا تھا ناں۔"

اُس نے زمل کی عقل پر ماتم کرنا چاہا۔شارم اُسکے تیز دماغ پر دانت پیس کر رہ گیا۔یعنی وہ اِس معاملے میں اب بھی خوش قسمت نہیں تھا کیونکہ جھوٹ سے بچ نہیں سکتا تھا۔

"تمہارے کہنے سے پہلے ہی کر دیا تھا۔بلکہ اُسی دن ہی کر دیا تھا۔تین دن ہو گئے کوئی جواب نہیں آیا۔"

بڑے ہی اطمینان سے اُس نے سفید جھوٹ بولا۔

"یار پتہ نہیں یہ کیا ہو رہا ہے۔"

دوسری طرف عشمیرہ مضطرب ہوئی۔اب کیا کرے؟

"اب میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

وہ سوچوں میں ہی غرق رہتی اگر زمل کا جواب نہ آتا۔

"اور سناؤ؟"

"کیا کر رہی ہو؟"

اُس نے عشمیرہ کو بے تکی سوچوں سے نکالنے کو ہی مزید سوال کیے۔

"کچھ نہیں۔اپنے گھر تو پھر بھی کچھ کر لیتی تھی۔یہاں تو بس پاگل ہو رہی ہوں۔"

"زندگی عذاب ہو گئی ہے۔"

اُس کے بیزاری سے بھرپور جواب آئے۔یکدم شارم کا دل چاہا اُسکی آواز سُنے۔وہ جو چند لمحے پہلے اُس سے بات کر کے برے منہ بنا رہا تھا اب تیزی سے اُسکا نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو"

"کون بات کر رہا ہے؟"

اُس نے جھٹ کال ریسیو کی۔شارم نے اُسکی پھرتیوں پر سکرین کو گھورا۔

"آپکا شوہرِ نامدار بات کر رہا ہوں۔"

گلا کھنکارتے اُس نے بتایا۔

"شارم؟"

اُسے لگا جیسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔اِس نے اتنی جلدی کہاں سے نکلوا لیا میرا نمبر؟ وہ یہی سوچ رہی تھی جب سپیکر پر آواز ابھری۔

"یس شارم طلال اسپیکنگ۔"

"اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔خود سے جڑے لوگوں کے بارے میں سب معلومات رکھتا ہوں۔"

اُس نے جیسے عشمیرہ کی سوچ بھانپ کر بڑا مناسب سا جواب دیا۔عشمیرہ گڑبڑا گئی۔کتنا کائیاں تھا وہ۔تین دن پہلے اُسے سیدھا سادہ سمجھنے والا اپنا بیان اُس نے سرعت سے رَد کیا۔

"امی سے بات ہوئی میری کچھ دیر پہلے۔"

اُسکی خاموشی پر شارم ہی بولا تھا۔

"معلوم پڑا ہے کہ کوئی بڑی شدت سے مجھے یاد کر رہا ہے۔"

اب کی بار لہجے میں شرارت تھی۔زہرا کے تجزیے کو وہ اُنکے منہ پر غلط تو نہیں کہہ سکا تھا البتہ اب اُسے تنگ ضرور کر رہا تھا۔

"غلط فہمی ہوئی ہے آپکی امی کو۔ایسا کچھ نہیں ہے۔"

اُسے نے بے رُخی سے کہا۔اِس وقت وہ مروت دکھانے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھی۔اِس سے پہلے کہ شارم مزید کچھ کہتا اُسی نے کہہ دیا۔

"مجھے لگتا ہے آنٹی مجھے بُلا رہی ہیں۔پھر بات ہوگی۔"

اُس نے رابطہ منقطع کر دیا۔شارم نے حیرت سے سکرین کو دیکھا۔شاید واقعی امی نے اُسے بلایا ہو۔اُس نے خود کو تسلی دی۔اُسی لمحے انسٹاگرام پر عشمیرہ کا میسج آیا۔

"یار تم مجھے کوئی مشورہ ہی دے دو۔زیادہ نہیں تو کم سے کم ضارب سے بس ایک دفعہ بات ہی ہو جائے۔"

تو یعنی اُس نے شارم سے جھوٹ بولا تھا۔یہ جھوٹ افسوس کرنے کے لیے کافی نہیں تھا جو اُس نے اتنی فضول بات بھی کر دی تھی۔اُسے بے حد غصہ آیا۔وہ چاہتا تو چند دنوں میں اُسے سیدھا کر سکتا تھا وہ اب اُسکی دسترس میں تھی۔کچھ مشکل نہ تھا اُس کے ساتھ زور زبردستی کرنا مگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ اُسکی پوری دلی آمادگی چاہتا تھا اور اِس کے لیے اُسے کچھ صبر کرنا تھا۔

"پہلے تو دیر دیر تک سین نہیں کرتی، اگر کر لو تو ریپلائے نہیں دیتی۔"

"تمہیں نہیں لگتا تم آجکل روڈ ہو رہی ہو؟"

دوسری طرف وہ اب زمل کے رویے میں واضح بدلاؤ محسوس کرنے لگی تھی۔سامنے سے آتے ڈاکٹر کو دیکھ کر شارم نے اُسے مصروفیت کا کہہ کر ٹال دیا۔ڈاکٹر سے بات کرنے کے بعد وہ زرمین کی طرف بڑھ گیا۔وہ اِس وقت ویٹنگ ایریا میں بیٹھی تھی جبکہ اُسکے ساتھ کچھ فاصلہ بنا کر واصف بھی بیٹھا تھا۔وہ شاید کوئی بات کر رہے تھے مگر شارم کو دیکھ کر زرمین تیزی سے اٹھتے سوالیہ نظروں سے شارم کی طرف دیکھنے لگی۔

"زرمین۔ڈاکٹر نے اُسے آج رات کے لیے ایڈمٹ کر لیا ہے۔"

اُسکے چہرے پر پریشان کُن تاثرات تھے۔آنکھیں پھر بھیگنے لگی تھیں۔اُسکی حالت سمجھتے شارم نے تسلی دی۔

"سب ٹھیک ہے زرمین۔کوئی پریشانی کی بات نہیں مگر اُس نے مختلف ڈرگز کے ہیوی ڈوز لے رکھے ہیں بس اِس لیے ڈسچارج نہیں کیا۔"

اُس نے بمشکل سر ہلایا۔

"تمہیں بُلوایا ہے ڈاکٹر نے۔"

شارم کے بتانے پر وہ بغیر کچھ کہے جانے لگی مگر اُسکے پھر بلانے پر رُک گئی۔

"خضر کے بارے میں جو بھی پوچھے بالکل درست بتانا۔ڈاکٹر سے چھپانا بےوقوفی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

اُسکا انداز سمجھانے والا تھا۔زرمین نے سر ہلاتے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں اور چلی گئی۔

"سب ٹھیک ہے؟"

واصف کو خاموش بیٹھے دیکھ کر شارم نے پوچھا۔

"ہاں بس ویسا ہی ہے۔زرمین کو دیکھ کر دل دکھتا ہے"

وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"اللہ سب ٹھیک کر دے گا یار۔"

اُسکی پشت تھپکتے شارم نے کہا اور چائے کی طلب محسوس کرتے کینٹین کی طرف چل دیا۔بیس پچیس منٹ بعد وہ کچھ مطمئن سی واپس آئی مگر واصف کو اب بھی وہیں دیکھ کر اُسکے ماتھے پر بل پڑے۔

"آپ اب تک گھر نہیں گئے۔؟"

"کہا تو تھا تمہیں بھیج کر جاؤں گا۔"

"اور میں نے بھی کہا تھا کہ میں آپکی ذمہ داری نہیں ہوں۔آپ جائیں یہاں سے۔"

واصف کے کہنے پر اُسکی تیوری چڑھ گئی۔اُسکے بدلحاظی سے بولنے پر واصف نے حیران نظروں سے اُسکی طرف دیکھا اُن نظروں کا مفہوم سمجھتے وہ سرعت سے نگاہ چرا گئی۔

"ویسے بھی آپکے رُکنے کا فائدہ نہیں۔ڈاکٹر نے خضر کو ایڈمِٹ کیا ہے۔رات یہیں رُکنا پڑے گا۔"

اب کی بار اُسکا لہجہ پست تھا۔جیسے پچھلے رویے پر شرمندہ ہو۔

"میں رُک جاؤں گا۔کل میں اُسکے ڈسچارج ہونے سے پہلے ہی چلا جاؤں گا۔"

اُس نے فوراً کہا۔زرمین اُسکی ضد پر بے بس ہوئی۔ہونٹ بھینچتے اب کی بار کچھ سختی سے بولی۔

"میں اپنی ساس اور نند کو بُلانے لگی ہوں۔بہت دفعہ وہ کال کر چکی ہیں خضر کا پوچھنے کے لیے۔مزید اُنہیں بے خبر رکھنا میرے لیے مشکل ہے۔اور اُنکے سامنے آپکی موجودگی میرے لیے صرف مسئلہ بنائے گی۔"

"میں ہینڈل کر لوں گا زری۔ایون شارم بھی ہے ہمارے ساتھ۔ہم دونوں"

اُسکے دو ٹوک انکار پر بھی واصف کی ضد ہنوز تھی۔زرمین نے ضبط کرتے ہوئے اُسکی بات کاٹی۔

"میں جو سمجھانا چاہ رہی ہوں اُسے سمجھیں۔"

وہ خاموش ہوئی تھی۔واصف اُسی کو دیکھے جا رہا تھا جو کچھ کہنے نہ کہنے کی کشمکش میں مبتلا لگ رہی تھی۔اُسکی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے اُسے لگا وہ یہ بات کہنے سے کبھی خود کو روک نہیں پائے گی۔گہری سانس بھرتے اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"عاصم نے کہا ہے اُسے اپنے دوستوں کے ساتھ جانا ہے اگر اُس نے کہہ دیا ہے تو وہ کسی صورت گھر نہیں رُکے گا۔"

"کنزیٰ پہلے ہی بہت اداس ہے اور اگر آپ بھی رات باہر رہے تو پھر وہ روتی رہے گی۔کم سے کم رات کے وقت تو اُسے اکیلا نہ چھوڑا کریں۔"

ٹھہر ٹھہر کر اُس نے اپنی بات مکمل کی۔واصف بے یقینی سے اُسکی طرف دیکھے گیا۔اُسکی محبت، اپنے نقصان پر ہمیشہ کی طرح ماتم کرنے لگی تھی۔وہ چیخ چیخ کر دنیا کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ کیا کھو بیٹھا تھا۔

"اِس لیے ہی آگے نہیں بڑھ پا رہا زری۔"

"اِسی لیے کوئی نیا قدم نہیں اٹھا پا رہا کہ تم سے بہتر میری بہن کیلئے، میرے گھر اور میرے لیے کوئی نہیں تھا۔"

اُسکے لہجے میں جانے کیسی حسرت تھی۔زرمین بول کر پچھتائی۔وہ اُسے بڑھاوا تو نہیں دینا چاہتی تھی بس کنزیٰ کی فکر کرنے سے خود کو روک نہیں پائی تھی کہ ایک عرصہ اُس نے اُسے محبت دی تھی۔

"پلیز اِن باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔"

اُس نے حقیقت دکھانا چاہی۔

"کاش تم میرے لیے سٹینڈ لیتیں۔"

وہ اب بھی پرانے خساروں کی خاک چھانتا پِھر رہا تھا۔زرمین کا دل چھلنی ہوا مگر وہ اُسے کوئی امید نہیں دلا سکتی تھی تبھی رُخ موڑتے بولی۔

"میرے لیے اپنے ابو کے فیصلوں سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ایک دفعہ اُنہیں بتاؤ تو سہی۔پلیز کہو تو کہ کیسا شخص اُنہوں نے تمہارے لیے چُنا ہے۔"

وہ جیسے التجاؤں پر اتر آیا تھا۔

"کبھی نہیں۔میں اُنہیں پریشان نہیں کر سکتی۔"

اُسکی طرف سے بات بڑھائے جانے پر وہ مزید راہیں دکھانے لگا۔

"اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں بتا دیتا ہوں۔فرہاد کے ذریعے بات کہلوا دیتا ہوں اُنہیں۔اب تو شارم بھی ہے"

محبت کا دکھ جانے کیا کیا کروانے کو تیار تھا۔اُسے ہر طرح کی کوشش پر آمادہ دیکھ کر زرمین کو خوف سا محسوس ہوا۔دکھ، تکلیف اپنی جگہ مگر اب ایسا کوئی قدم اٹھانا صرف بربادی لاتا۔وہ جھٹکے سے مڑی سرخ آنکھوں سے اُسکی آنکھوں میں دیکھتے اُس نے بےحد سختی سے کہا۔

"میرے شوہر اور میرے معاملات سے دور رہیں۔اگر آپ نے ایسا کرنے کا سوچا بھی تو ایک بات یاد رکھیے گا میرے گھر میں دخل اندازی کرنے والوں کو میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

"زری ایک دفعہ اپنے آپکو اِس عذاب سے نکلوا لو آگے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ اُسکی سختی کو بھی کسی خاطر میں نہیں لایا تھا۔زرمین اُسکی ڈھٹائی پر کمزور نہیں پڑ سکتی تھی وہ مضبوط عورت تھی۔محبت کو ٹھکرا سکتی تھی۔محبوب کو توڑ سکتی تھی۔مگر خود سے جڑے رشتوں پر کبھی آنچ نہیں آنے دے سکتی تھی۔

"بہت ہوا آپکا۔آئندہ اُس راستے میں بھی نظر نہیں آیئے گا جہاں سے میرا گزر ہو یا گزرنا متوقع ہو۔"

اب کی بار انگلی اٹھا کر اُس نے سختی سے تنبیہ کی۔کتنی کٹھور لگ رہی تھی وہ اِس وقت۔واصف نے دکھ سے آنکھیں میچیں۔وہ دور نہیں بلکہ میلوں کے فاصلے پر ہو گئی تھی۔اُسی دوران شارم آ گیا۔وہ کچھ فاصلے سے ہی اُن کے درمیان ہوتی کشیدگی محسوس کر چکا تھا۔قریب پہنچنے پر اُسکے کانوں میں زرمین کی سخت آواز پڑی۔

"آج تو آپ آ گئے اور میں شارم کی وجہ سے چپ رہی مگر آئندہ لحاظ نہیں کروں گی۔"

"زرمین کیا ہو گیا ہے۔کیوں ایسے"

واصف کی سرخ آنکھیں اور سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر شارم نے مداخلت کرنا چاہی مگر وہ اِس وقت کسی کی سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"شارم"

"اِن سے کہو یہاں سے چلے جائیں اور دوبارہ میری زندگی کے آس پاس کسی بھی وجہ سے نظر نہ آئیں۔"

واصف کا چہرہ دھواں دھواں ہوا۔آج محبت کے کٹھور ہونے کا دکھ اُسے دور جانے سے بھی زیادہ تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ آئندہ آپ دونوں ہی مجھے یہ بات دوہرانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ایک سرسری نظر دونوں پر ڈالے دو ٹوک لہجے میں کہتے اُس نے نہ صرف دونوں کو باور کروایا تھا بلکہ شارم کو بھی آئندہ کے لیے خبردار کیا تھا کہ وہ اُسکا بھی لحاظ نہیں کرے گی۔

واصف کا دل پھٹنے لگا تھا۔شارم اُسکی باتوں پر بغلیں جھانکنے لگا تھا جبکہ وہ تیزی سے برستی آنکھوں کو چھپانے کے لیے بھاگتی ہوئی منظر سے ہٹ گئی۔راہداری میں چند لمحوں کو سکوت چھایا تھا پھر سب سے پہلے واصف کو ہوش آیا۔وہ تن فن کرنا باہر جانے لگا۔

"واصف یار۔بات تو سُن"

شارم اُسکی کیفیت اچھے سے سمجھ سکتا تھا تبھی بے چینی سے اُسکی طرف لپکا مگر وہ بغیر مڑے نکلتا چلا گیا۔ایک روتے ہوئے گئی تھی تو دوسرا ضبط کی آخری حدوں کو چھوتا ہوا۔

"یا اللہ ! اِن دو دِلوں کو اپنی اپنی جگہ سکون پہنچا۔"

بے اختیار اُس کے دل سے دعا نکلی تھی جو شاید کبھی قبولیت کی سند نہیں پانے والی تھی۔

وہ پریشان سا وہیں بیٹھ گیا۔پیچھے کو سر گرائے وہ آنکھیں موند گیا۔کتنی ہی دیر وہ یونہی پڑا اونگھتا رہا۔میسج نوٹیفکیشن پر اُسکی آنکھ کُھلی۔واٹس ایپ پر عشمیرہ کا میسج جگمگا رہا تھا جو اُس نے زمل فاطمہ کو نہیں بلکہ اپنے شوہر کو کیا تھا۔

"آپکی امی پوچھ رہی ہیں ڈِنر کا ٹائم ہونے والا ہے۔گھر نہیں آنا کیا؟"

بغیر کوئی اِدھر اُدھر کی بات کیے اُس نے سیدھا سیدھا ساس کا پیغام لکھ دیا وہ بھی جانے کس دل سے لکھا ہو۔اُس نے ٹھنڈی آہ بھرتے اُسی کے انداز میں جوابی پیغام دیا۔

"میری امی کو بتا دیں آج رات گھر نہیں آ سکتا۔تو آج میرے بغیر ڈِنر انجوائے کریں۔"

اگر اُس نے ساس کا پیغام مِن و عَن سنایا تھا تو اُس نے بھی بدلے میں اپنی ماں کے لیے ہی پیغام لکھنا مناسب سمجھا تھا۔اگر وہ اُسے خاص پزیرائی نہیں دینا چاہتی تھی تو وہ بھی کیوں اپنی توانائی ضائع کرتا۔؟

"اوکے۔تھینکس فار انفارمنگِ۔!"

وہ کچھ زیادہ ہی فارمل ہو رہی تھی۔عشمیرہ کی حرکت پر اُس نے برا سا منہ بنایا۔

"تھینکس فار آسکِنگ۔!"

اُسکے رسمی انداز پر اُس نے بھی اُسی کا انداز اپنایا۔ہنہہ ٹھیک ہے ایسے تو پھر ایسے ہی سہی۔!

****

اُنکی زندگی پہلے کی طرح رُکی ہوئی تھی۔چند دِنوں سے بس بالاج ہی کبھی گھر سے نکلتا تھا ورنہ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں پایا جاتا تھا۔رجاء سے تو وہ بالکل بات نہیں کرتا تھا البتہ مشعال اُس سے کسی نہ کسی بات کی ضد کرتی رہتی تھی مگر وہ فی الحال ٹال دیتا تھا۔ابھی بھی وہ لاؤنج میں بظاہر ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا مگر اُسکا سارا دھیان مشعال کی طرف تھا جس کی چند لمحے پہلے کی، باہر لے جانے کی ضد کو وہ ٹال چکا تھا اور اب رجاء اُسے بہلا رہی تھی۔بالاج آوازیں سُن سکتا تھا۔وہ اُسے ضد نہ کرنے کی صورت میں ڈونٹس کا لالچ دے رہی تھی۔وہ اپنے آپ کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اُسے لگ رہا تھا کہ عنقریب اُسکا دماغ مفلوج ہو جائے گا۔ایک مہینے سے تنہا گھر بیٹھے وہ ناکارہ ہوتا جا رہا تھا۔موبائل فون کی رِنگ پر وہ چونک کر متوجہ ہوا۔پروفیسر زوار کی کال دیکھ کر اُس نے حواس بحال کیے۔سلام دعا کے بعد پروفیسر نے بتایا۔

"اچھا بالاج، جبار آج میرے پاس ہی آیا ہوا ہے۔وہ مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ کیس کا کیا کرنا ہے؟"

اُسکا درج کروایا کیس اب تک وہیں رُکا ہوا تھا۔کبھی دماغ میں اپنی بہن کے مجرم کو پکڑنے کی سوچ آتی تو وہ پاگل ہو جاتا تھا مگر وہ ایک دفعہ بھی دوبارہ نہ پولیس کے پاس گیا تھا نہ پروفیسر سے، اُنکے بھائی کی مدد لینے کا سوچا تھا۔

"سر میں فی الحال خود کو بہت بکھرا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔کچھ سمجھ ہی نہیں آتی۔"

وہ مدھم آواز میں بولا۔مشعال کی ضد کرتی آواز وہ اب بھی سن سکتا تھا۔

"ہمم میں سمجھ سکتا ہوں۔"

پروفیسر افسردگی سے بولے۔مگر کیس کا کچھ تو کرنا ہی تھا تبھی اُنہوں نے اُسے سمجھایا۔

"دیکھو بالاج جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔کب تک یونہی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے وہ بھی اِس صورت جب کیس شروع ہو چکا ہے۔تم ایک کام کرو پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤ۔میں جبار کیساتھ وہیں آ جاتا ہوں۔"

"سر ابھی؟"

اُس نے بے اختیار ہو چھا کیونکہ اُسکا سارا دھیان کچن سے آتی مشعال اور رجاء کی باتوں پر تھا۔

"کوئی پرابلم ہے کیا؟"

دوسری طرف سے اچنبھے سے پوچھا گیا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"نہیں سر میں آتا ہوں۔"

تیزی سے بولتے وہ اٹھ کھڑا ہوا جب اُنہوں نے دوبارہ کہا۔

"ایک کام کرو بالاج۔تم رہنے دو۔میں پولیس کی تیار کی گئی رپورٹ اور جبار کے ساتھ خود تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔"

اُسے جیسے سکون محسوس ہوا تھا۔پولیس اسٹیشن میں لوگوں کی عجیب نظریں اور دس لوگوں کے بیچ بہن کا نام لینا شاید اُسے گوارا نہ تھا تبھی وہ دوبارہ جا نہیں پایا تھا۔

"اوکے سر۔"

ڈھیلا سا ہو کر وہ واپس بیٹھ گیا۔رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔وہ کچھ دیر بعد آئی جی سے کرنے والی باتیں سوچنے لگا۔مشعال کی آواز اب نہیں آ رہی تھی شاید وہ رجاء کے ڈونٹس کے لالچ میں آ چکی تھی۔

کچن سے اب برتنوں کی آواز آ رہی تھی اور رجاء کی بات پر مشعال کی ہنسی کی۔مشعال کے بہل جانے کے بعد جا کر اُسکی بے چینی ختم ہوئی تھی۔

کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈونٹس تیار کر کے وہ باہر لاؤنج میں آ چکی تھیں۔ہوا میں گول گول گھومنے کے ساتھ وہ رجاء سے ایک ایک ڈونٹ لے کر کھا رہی تھی۔بس ایک اُسی کے ہلتے، چلتے پھرتے، بولتے وجود کو دیکھ کر بالاج کو جینے کا مقصد نظر آتا تھا۔اُسے ڈونٹ پکڑاتی رجاء جانے کن سوچوں میں گم تھی۔بالاج نے اُسکی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔وہ وہیں بیٹھا پروفیسر کا انتظار کر رہا تھا جبکہ مشعال اب ماں کے تخت پر لیٹی کارٹون دیکھ رہی تھی۔رجاء شاید کچن میں جا چکی تھی۔بیرونی

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ باہر نکل گیا۔پروفیسر زوار کیساتھ انسپیکٹر جنرل آف پولیس، جبار سعود موجود تھا جو کہ پروفیسر کا بھائی تھا۔اور ساتھ وہی گرم دماغ والا ڈی ایس پی تھا جو ایک مہینہ پہلے تحقیقاتی ٹیم کیساتھ اُسکے گھر آیا تھا۔وہ دونوں اِس وقت فارمل ڈریسنگ میں تھے۔بالاج نے اُنہیں بیٹھک میں بٹھایا تھا۔تعزیت کرنے کے بعد آئی جی پی جبار سعود نے بات کا آغاز کیا۔

"فہد نے فی الحال میرے کہنے پر کارروائی روکی ہوئی ہے۔جب تم کہو گے تو ہی میں تحقیقات آگے بڑھانے کے آرڈرز دوں گا۔"

اُنہوں نے ڈی ایس پی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔آفیسر نے سر ہلایا۔وہ آئی جی پی کی موجودگی میں کافی ٹھنڈا لگ رہا تھا۔ماتھے پر آخری ملاقات کی طرح کوئی شکن نہیں تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کہاں سے شروع کروں۔"

آئی جی کی طرف دیکھتے اُس نے کہا۔آئی جی کی نظریں اُسی پر تھیں تبھی اُس نے خود ہی بات شروع کی۔

"میرا خیال ہے اُسی دن سے شروع کرنا چاہیے۔جب آپ ہمارے ساتھ اُس بنگلے میں گئے جہاں سے آپکی بہن کو بازیاب کروایا تھا۔"

پروفیسر زوار اور بالاج سمیت آئی جی بھی پوری توجہ سے اُسکی بات سُن رہے تھے۔آفیسر نے اب اپنے موبائل میں کچھ تصاویر کھولتے بالاج کی طرف بڑھایا۔

"یہ اُس بنگلے کا مالک ہے۔جو اُسی شام واپس آ گیا تھا۔پہلے تو آپ اپنی بہن کو بُلا کر اِس شخص کی تصویر دکھائیں۔تاکہ ہم معلوم کر سکیں کو وہ اِس شخص کو جانتی ہیں یا نہیں۔"

اُس نے رجاء کے بارے میں ہی کہا تھا۔بہن کے لفظ پر بالاج کے چہرے پر ناگواری پھیلی مگر وہ تصحیح کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔خاموشی سے اٹھ کر وہ بیٹھک کے دروازے پر کھڑا اُسے پکارنے لگا۔بالاج کی پکار پر کچن میں گھسی رجاء دوڑی چلی آئی تھی۔

"اندر آؤ۔"اُس نے سرد سے انداز میں کہا۔

"کون ہے اندر؟" رجاء نے دو قدم پیچھے لیتے مشکوک انداز میں پوچھا۔جانے کیوں جب بالاج ایسے بُلاتا تھا تو اُسے خوف محسوس ہوتا تھا۔

"اندر چلو۔"بالاج نے اُسکے خوف کو نظرانداز کیا اور اُسکا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لے آیا۔رجاء نے مزاحمت نہیں کی تھی۔اندر بیٹھے پروفیسر زوار کو دیکھ کر اُسے کچھ تسلی ہوئی تھی۔اُس دن والے ڈی ایس پی کو بھی وہ پہچان چکی تھی۔اب تو مزاحمت بالکل بیکار تھی وہ معاملہ سمجھ گئی تھی۔

"کون ہے یہ شخص۔؟" بالاج نے سکرین اُسکے سامنے کیے چبھتے لہجے میں پوچھا۔رجاء نے اُسکے انداز پر ناگواری سے اُسے دیکھا۔بھلا ہر شخص کو وہ کیسے جان سکتی ہے؟

"مجھے کیا معلوم۔" اُس نے خفگی سے کہا۔

"کیا تم اِسے اُس محبوب عالم نامی شخص کے توسط سے جانتی ہو۔؟"

رجاء کے انداز پر اُسے غصہ آیا تھا۔دانت پیستے اُس نے سختی سے پوچھا۔

"نہیں جانتی۔"رجاء نے ایک نظر سکرین پر ڈال کر پھر وہی جواب دیا۔

"دھیان سے دیکھو۔"اُسکی آواز پہلے کی نسبت تیز تھی۔انداز ڈپٹنے والا تھا۔

"آرام سے بالاج۔"پروفیسر زوار ٹوکے بنا نہیں رہ سکے تھے۔

پروفیسر زوار کی ہمدردی پر اُسکی آنکھیں بھر گئیں۔ہر شخص بالاج کا انداز محسوس کرتا تھا سوائے اُسکے۔وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"میں نہیں جانتی اِسے۔میں نے محبوب عالم کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔"

بولتے ہوئے وہ بے آواز رونے لگی تھی۔کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔آئی جی نے ایک نظر اُس پر ڈال کر ڈی ایس پی سے پوچھا۔

"فہد کیا رپورٹ ہے بنگلے کے مالک کے بارے میں؟"

"سر ہم نے اُسی دن بنگلہ سیل کر دیا تھا جس پر اُس نے کافی واویلا کیا۔جب اُسے سارا واقعہ تفصیل سے بتایا گیا ہے تو اُس نے پولیس کو بیان لکھوایا ہے کہ یہ سب اُسکے ڈرائیور کا کیا دھرا ہے۔اور یہ ڈرائیور، وہ ہی شخص ہے جو کہ وکٹم کو کالج سے لے کر گیا تھا۔اُس نے گاڑی اور گن دونوں کو اپنی ملکیت تسلیم کیا ہے۔اُسکا کہنا ہے کہ اُسکی گن اُسکی الماری سے نکالی گئی ہے۔اور گاڑیاں تو ہمیشہ ہی گیراج میں موجود ہوتی ہیں۔اُس کی وہ گاڑی نئی تھی تبھی اُس پر نمبر پلیٹ موجود نہیں ہے۔وہ نئی خریدی گاڑی کے کاغذات کے ساتھ اپنی گن کا لائسنس بھی دِکھا چکا ہے۔"

آفیسر سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔

"ہم نے فی الحال اپنی سرسری تحقیق کے مطابق اُس شخص کو اِس معاملے میں شفاف قرار دیا ہے کیونکہ گن پر صرف ایک ہی فنگر پرنٹس ملے ہیں جو یقیناً وکٹم کے ہیں۔اُس ڈرائیور کو بھی اُسی گن سے شوٹ کیا گیا ہے۔بنگلے کے مالک کا بھی بائیو ڈاٹا نکلوایا گیا ہے وہ کسی جاگیردار فیملی سے تعلق رکھتا ہے لیکن وہ اپنے گاؤں چند ایک دفعہ ہی گیا ہے۔اُسکا زیادہ وقت ملک سے باہر گزرتا ہے۔اِس وقت وہ شک کے زمرے سے بالکل باہر ہے کیونکہ کوئی بھی ثبوت اُسکے خلاف نہیں جاتا۔"

آئی جی نے سر ہلایا۔باقی سب بھی خاموشی سے اُسے ہی سُن رہے تھے۔

"اِس وقت سارا واقعہ اِس طرح مانا جا رہا ہے کہ وکٹم کو اُسی ڈرائیور نے ہی بلوایا تھا۔وکٹم کو ٹریپ کرنے کے لیے ایک فرضی نام استعمال کیا گیا ہے۔جبکہ یہ سارا کیا دھرا ڈرائیور کا ہے۔اُس نے اپنے مالک کی غیر موجودگی میں اُسکے بنگلے میں گھناؤنا کام کیا اور پھر چونکہ گن پر صرف ایک ہی فنگر پرنٹس ہیں تو کہانی فی الحال ایسے واضح ہے کہ اُس ڈرائیور کو وکٹم نے ہی شوٹ کیا تھا اور بعد میں وکٹم نے سوسائیڈ کر لی۔"

بالاج دکھ سے سُن رہا تھا۔سر جھکا ہوا تھا یوں جیسے آنکھوں کی نمی چھپا رہا ہو اور رجاء بے آواز رو رہی تھی۔

"اِس کے علاوہ بنگلے کے تقریباً تمام ملازمین اِس بات کی گواہی دے چکے ہیں۔کہ یہ سب کیا دھرا ڈرائیور کا ہے۔کسی کا کہنا ہے کہ وہ کافی عرصے سے مشکوک لگ رہا تھا اور کوئی باقاعدہ اِس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اُس نے اپنی آنکھوں سے وکٹم کو ڈرائیور کیساتھ آتے دیکھا ہے۔"

وہ ابھی آئی جی کی طرف دیکھ کر بات کر رہا تھا پھر اُس نے بالاج کی طرف رُخ کیا۔

"اِس کیس کو سولو کرنا اگر بہت مشکل ہے تو ناممکن بھی نہیں۔کیونکہ ابھی اُس ڈرائیور پر تحقیق کی جا سکتی ہے۔اُس کے آگے پیچھے کون ہے اِس کے متعلق پوچھا جا سکتا ہے۔سب سے اہم یہ ہے کہ بنگلے

کے مالک پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔اور سب سے آسان، بنگلے کے کسی ملازم کو دھمکی دے کر یا پیسوں کا لالچ دے کر تفتیش کا حصہ بنایا جا سکتا تھا۔"

بالاج نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"اور ایک اور کڑی بھی کُھل سکتی ہے جس کا طریقہ کار اِس وقت سب سے آسان ہے۔وہ یہ ہے کہ آپکی بہن محبوب عالم نامی شخص کا اسکیچ بنوا دیں۔"

اُس نے مزید اضافہ کیا۔بالاج اور رجاء کا دھیان فوراً اسکیچ کی طرف گیا۔یہ سب سے آسان تھا۔اب کی بار بہن لفظ پر بالاج نے غور بھی نہیں کیا تھا البتہ اِس دفعہ پروفیسر زوار اُسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکے۔

"ڈی ایس پی صاحب یہ بالاج کی وائف ہے، بہن نہیں۔"

"اوہ سوری۔مجھے معلوم نہیں تھا۔"

اُس نے بڑی تمیز سے بغیر ماتھے پر شکن لائے معذرت کی تھی۔بالاج محض سر ہلا کر رہ گیا۔

"میں اسکیچ بنواؤں گی۔میں نے اُسے اچھی طرح دیکھا ہے۔"

روتی ہوئی رجاء فوراً بولی۔اُسکا دماغ بس اسکیچ میں اٹک گیا تھا۔بالاج نے ناگواری سے اُسے دیکھا۔رجاء کا درمیان میں بولنا اُسے سخت برا لگا تھا۔

"اور کیا معلوم کہ تصاویر میں موجود جو شخص آپ نے دیکھا ہے حقیقت میں وہی مجرم بھی ہو۔میرا نہیں خیال کہ اتنا بڑا کھیل رچانے کے لیے کوئی شخص اپنی اصل تصاویر منظرِ عام پر لائے گا۔ہو سکتا ہے اُسے نے کسی اور کی تصاویر کا استعمال کیا ہو۔"

رجاء کی بات پر کچھ سوچتے ہوئے آئی جی نے بھرپور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا۔

"یس یُو آر رائٹ سر۔"

ڈی ایس پی نے بڑے وثوق سے آئی جی کی تائید کی تھی۔

"یہی تو بات ہے۔کیسز کے دوران ایسا بہت کچھ ہوتا ہے سر۔پر یقینی طور پر کچھ بھی قبل از وقت نہیں کہا سکتا۔جب تک کہ کنفرم نہ کر لیا جائے۔"

ڈی ایس پی نے مزید اضافہ کیا۔سب سوچ میں پڑ چکے تھے۔رجاء کو بھی افسوس ہوا۔

"تو پھر کیا خیال ہے بالاج؟"

کچھ دیر بعد آئی جی نے بالاج سے پوچھا۔پروفیسر زوار خاموشی سے سُن رہے تھے۔بالاج کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا بولے۔

"اگر تم مزید تحقیقات رکوانا چاہتے ہو تو پولیس وہی کہانی لکھ کر کیس کو کلوز کر دے گی جو اب تک نظر آ رہی ہے۔اگر کارروائی بڑھانا چاہتے ہو تو ہر قدم پر مجھے ساتھ پاؤ گے۔آگے تمہاری مرضی۔"

اُنہوں نے کہا۔ڈی ایس پی فہد نے اُنکی بات پر سر ہلایا۔گہری سوچ کے بعد بالآخر بالاج نے پوچھا۔

"کیا گارنٹی ہے کہ ہم اصل مجرم تک پہنچ سکیں گے؟"

"کوئی گارنٹی نہیں۔"

اُنہوں نے بے لچک کہا تھا۔

"جرم کی دنیا بہت وسیع ہے۔مجرم اس قدر شاطر ہو چکے ہیں کہ اگر ہم آخری سرے تک بھی پہنچ گئے تو کیا معلوم وہاں بھی ایک فرضی مجرم ہمارے ہتھے چڑھے۔اور بہت حد تک ممکن ہے کہ اصل مجرم بھی پکڑا جائے کیونکہ ہماری پولیس جتنی بھی بدنام ہو جائے اگر اپنی آئی پہ آ جائے تو چوہے کے بل سے بھی مجرموں کو نکال باہر کرتی ہے۔"

اُنہوں نے مضبوطی سے کہا۔ڈی ایس پی نے تائید میں زور و شور سے سر ہلایا۔

"اور اگر میں کیس بند کرنا چاہوں تو؟"

مٹھی پر تھوڑی ٹِکا کر کچھ سوچتے ہوئے وہ کافی دیر بعد بولا۔پروفیسر زوار اور رجاء نے ٹھٹھک کر اُسکی طرف دیکھا۔دونوں کو ہی اُس سے ایسی بات کی توقع نہ تھی۔البتہ آئی جی اُسکی بات پر کچھ متاثر نظر آ رہے تھے۔

"میرے رائے پوچھو تو روک دو کارروائی۔"

بالاج کی طرف دیکھے وہ اُسی سے مخاطب تھے۔

"میں اِس لیے بالکل نہیں کہہ رہا کہ خود پر سے اِس کیس کا بوجھ کم کروں۔ہم آئے روز ایسے دس کیسز سولو کرتے ہیں۔پر میں کیس بڑھانے کا مشورہ تمہیں اُس صورت میں دیتا جب تمہارے آگے پیچھے کوئی نہ ہوتا۔مگر تمہاری اب بھی ایک بہن ہے تمہارے ساتھ رہتی ہے۔بیوی ہے جِسے پروٹیکشن کی ضرورت ہے۔جانے والی جا چکی ہے۔لوٹ کر نہیں آ سکتی۔مگر تم ایک اور بہن اور بیوی اِس انتقام کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتے۔"

وہ سمجھاتے ہوئے بول رہے تھے۔بالاج سیدھا ہو بیٹھا۔پروفیسر زوار بھی بھائی کی بات سمجھتے سر ہلا رہے تھے۔ڈی ایس پی کے تاثرات بھی چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ وہ آئی جی کی رائے کے حق میں

تھا۔البتہ رجاء کی رائے اِس وقت سب سے مختلف تھی۔اُسے ایمی کے خون کا بدلہ چاہیے تھا۔افف یہ عورتوں والی جذباتی رائے۔!

"کرائم اِس قدر پیچیدہ نہیں ہے کہ مجرم تک نہ پہنچا جا سکے مگر اِس قدر آسان بھی نہیں ہے۔وکٹم کیساتھ جو کھیل کھیلا گیا اور اب جیسے تحقیق کرنے والوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے اِس سے یہ بات تو یقینی ہے کہ مجرم بہت طاقتور ہے اور اُسے بہت بڑی سپورٹ حاصل ہے۔تم مجرم تک اگر پہنچ بھی گئے، اُسے انجام تک پہنچا بھی دیا تو بھی اُسکے سپورٹرز دشمنی نہیں چھوڑیں گے۔اگر وکٹم کا کُل اثاثہ تم ہوتے تو ٹھیک تھا۔ایک ہی جان کی بات ہوتی مگر وکٹم کا اثاثہ تمہارے علاوہ دو لڑکیاں ہیں۔ایک جو ابھی بچی ہے اور ایک جوان۔وکٹم کو اگر تم انصاف دلانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو آگے کیا؟"

مستحکم انداز میں بولتے وہ ہر بات کھل کر رہے تھے۔آخر میں وہ بالاج کی طرف دیکھتے سوالیہ ہوئے۔بالاج کی تو جیسے سانس سینے میں اٹک گئی تھی۔مشعال کے بارے میں وہ اب ایسا کچھ تصور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔اُسکی گہری چپ بتا رہی تھی کہ وہ اُنکی باتوں پر کافی غور کر رہا تھا۔

"کب تک اِس چکر میں گھومتے رہو گے۔ایک دفعہ یہ چکر شروع ہو گیا تو مزید زندگیاں لُٹیں گی اور انتقام کے چکر میں پہلے وکٹم سے بھی 'بُری' طرح لُٹیں گی۔"

کچھ توقف کے بعد اُنہوں نے بات ختم کرتے کہا۔وہ سمجھدار تھے تبھی مخلصانہ مشورہ دے رہے تھے۔اُنہوں نے بری لفظ پر زور دیتے بالاج کو زبردست خوف میں مبتلا کیا۔چند لمحوں بعد وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

"میرے خیال سے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔روک دینا ہی بہتر ہے۔مشعال ابھی بہت چھوٹی ہے۔میں کوئی رِسک نہیں لے سکتا۔"

پروفیسر زوار مطمئن تھے۔یقیناً اُنہیں بالاج کا فیصلہ پسند آیا تھا۔ڈی ایس پی نے بھی سر ہلا کر تائید کی تھی۔آئی جی خوش تھے کہ وہ اُنکی بات سمجھ گیا تھا البتہ رجاء کو گہرا صدمہ پہنچا تھا۔وہ حیران سی اُسے تکے جا رہی تھی جس کے چہرے پر اپنا ٹھوس فیصلہ سُنا دینے کے بعد اطمینان جھلک رہا تھا۔وہ بالاج سے ایسے فیصلے کی امید نہیں کر رہی تھی۔بے ساختہ اُس کا سر نفی میں ہلنے لگا۔

"نہیں نہیں"

بالاج کی طرف دیکھتے اُس نے لب کھولے۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"ہمیں بس انصاف چاہیے۔!"

بالاج پر سے نظر ہٹا کر وہ اب آئی جی کی طرف دیکھتے بھرائی مگر مضبوط آواز میں بولی۔

"تم جاؤ یہاں سے تمہارا کوئی کام نہیں۔اِس معاملے میں دخل اندازی کرنے کی ضرورت نہیں۔"

بالاج نے ناپسندیدگی سے کہا۔اُسے یقین تھا کہ رجاء ایک ہی دفعہ کہنے پر چلی جائے گی مگر اِس وقت وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھی۔

"تم اپنی بہن کا قتل معاف نہیں کر سکتے بالاج۔تم خالہ کے چھوڑ جانے کی وجہ کو یونہی دنیا کے ڈر سے نہیں چھوڑ سکتے۔"

کسی کی بھی پروا کیے بغیر بالاج سے کہتی وہ کوئی دیوانی لگ رہی تھی۔

"اِس معاملے سے دور رہو۔!"

غصہ ضبط کرتے بالاج نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

مگر وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلی تھی۔بالاج کو شدید غصہ آ رہا تھا۔وہ سرعت سے اٹھا اور اِس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی وہ اُسکا ہاتھ پکڑے بیٹھک سے باہر لے گیا۔رجاء کی کسی بھی مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر اُسکا دماغ ٹھکانے لگانے کا سوچتے وہ اُسے لاؤنج میں لے گیا۔

****

یہ اگلی دوپہر کی بات تھی جب زہرا اپنا موبائل ہاتھ میں پکڑے رو رہی تھیں۔وہ چائے بنانے آئی تو لاؤنج میں بیٹھی زہرا کو روتے دیکھ کر اُسے تشویش ہوئی۔

"کیا ہوا آنٹی آپ رو رہی ہیں۔سب خیر تو ہے؟"

اُسے وہ اچھی لگی تھیں تبھی اُنہیں روتے دیکھ کر پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔دوسری طرف اُسے دیکھتے ہی زہرا کا غصہ بڑھ گیا۔ابھی اُنکی سارہ سے بات ہوئی تھی جو ناجانے کیوں اچانک ہی بیمار ہو گئی تھی اور 'اِسی' لڑکی کی وجہ سے وہ اُسے واپس نہیں بلا سکتی تھیں۔وہ شارم کی خوب خبر لینا چاہتی تھیں مگر وہ تو لاپروا بنا کل سے ہی گھر نہیں آیا تھا۔اُس پر عشمیرہ کا چہرہ دیکھ کر اندر چلتی بے بسی غصے کی صورت اختیار کر گئی۔

"میری بیٹی بیمار ہے اور تم پوچھ رہی ہو سب خیر تو ہے؟"

تیوری چڑھائے اُنہوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔وہ اب سارا غصہ اُسی پر نکالنا چاہ رہی تھیں مگر یہ اُنکی بھول تھی کہ وہ اُسے کچھ کہہ سکیں گی۔وہ تو اپنی غلطی پر کسی کی نہ سننے والی تھی اور یہاں تو، اُسکے مطابق، اُسکی غلطی بھی نہیں تھی۔وہ جو ہمدردی کرنے آئی تھی اُنکے انداز دیکھ کر اُسکے بھی ماتھے پر بل پڑے۔

"آپکی بیٹی بیمار ہے اِس میں میرا کیا قصور جو مجھ سے ایسے بات کر رہی ہیں۔"

اُسکے جواب دینے پر وہ کافی حیران ہوئیں البتہ آنسو پونچھتے مزید کہنا نہیں بھولیں۔

"تم کیا جانو کہ تمہاری وجہ سے میرے ہنستے بستے گھر میں کیا کیا ہو رہا ہے۔"

عشمیرہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔شادی کے پانچویں ہی دن اُسکی ساس اُسے کیا طعنہ دے رہی تھیں اُسکے تو فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔اُس نے اپنے غصے پر اپنی طاقت سے زیادہ قابو پاتے خود کو چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے سے روکا اور ضبط کرتے سرد لہجے میں بولی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ میں آپکی بیٹی کو کسی بھی طرح سے بیمار کرنے پر قادر ہوں۔یہ تو اللہ کے کام ہیں۔"

زہرا نے چونک کر اُسکے انداز دیکھے جو کھڑے کھڑے اُنہیں ایک ہی فقرے میں آئینہ دِکھا گئی تھی۔واقعی جو کچھ بھی اِس لڑکی کی وجہ سے ہوا اُسکا سارہ کی بیماری سے کیا تعلق؟ وہ تو ہاسٹل میں پہلے بھی کئی دفعہ بیمار ہوئی تھی۔اُنہوں نے خود کو ہزار دفعہ کوسا مگر اب کیا فائدہ؟ اب جب تک عشمیرہ بی بی اپنی بھڑاس نہ نکال لیتی، چپ کیسے ہوتی؟

"اور اگر میرے یہاں رہنے سے آپ کے گھر کا سکون برباد ہو رہا ہے تو براہِ مہربانی اپنے بیٹے سے کہہ کر میرا بندوبست کروا دیں۔"

اُسکے ٹکے سے جواب پر زہرا گڑبڑا گئیں۔اُس نے بدتمیزی نہیں کی تھی بس اُنہوں نے جو کہا اُسکا جواب بڑے اچھے انداز میں دیا تھا۔غصے میں وہ کیا کر رہی تھیں۔ایسے تو شارم کا بھی دل دُکھتا۔بیٹی کی فکر نے اُس پر غصہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو خود بھی بے خبر تھی۔ویسے بھی اِس لڑکی سے بھلا وہ جیت سکتی تھیں؟ اُنہوں نے خود کو یہی جواز دیا اور اُسے دیکھنے لگیں جو رُکے بغیر تن فن کرتی وہاں سے جا رہی تھی۔

"رُکو زرا"

اُنکی رعب دار آواز پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی رُک گئی تھی۔مڑ کر دیکھا تو وہ اُسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کرتے بولیں۔

"بیٹھو یہاں۔کام ہے تم سے"

عشمیرہ نے تعجب سے اُنہیں دیکھا۔ابھی چند منٹ پہلے وہ اُسکے پاس آنے پر کیا کیا کہہ رہی تھیں اور اب؟ شوہر سے زیادہ اُسے اپنی ساس عجیب لگی تھیں۔دل تو چاہ رہا تھا اُنہیں مزید سُنا کر وہاں سے جائے مگر مجبوراً ایسا کر نہ سکی۔وہ جو بھی کہتی مگر فی الحال اُسکے پاس یہاں کے علاوہ کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں تھا۔اُس نے گہرا سانس لے کر ضبط کیا اور پیر پٹختے اُنکی دائیں سمت رکھے صوفے پر جا

بیٹھی۔زہرا نے مسکراہٹ دبائی۔یوں پیر پٹختے ہوئے مجبوری میں اُنکی بات سنتی وہ اُنہیں پھر سارہ کی طرح لگی تھی۔اُسے سوالیہ نظروں سے خود کو دیکھتے پا کر اُنہوں نے گلا کھنکار کر کہا۔

"شارم کو کال کرو۔میں صبح سے دس کالز کر چکی ہوں۔میری کال تو اٹھا نہیں رہا تمہاری اٹھا لے گا۔"

اُسکے ہاتھ میں موجود موبائل کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔اُس نے اچنبھے سے اُنکی طرف دیکھا اور اُنکے بگڑے موڈ کی وجہ اب معلوم ہوئی تھی۔وہ روایتی ساسوں کی طرح، پانچ ہی دِنوں میں شوہر کو بس بیوی کا دم چھلا سمجھنے لگی تھیں۔چونکہ ایسا کچھ تھا ہی نہیں تو وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اووہ اب مجھے سمجھ لگی کہ آپ مجھ پر کیوں بگڑ رہی ہیں۔"

زہرا نے حیرت سے اُسکا چہرہ دیکھا کہ شاید اُسکے دماغ میں چلتی سوچ پڑھ سکیں۔اُنہیں مزید کشمکش میں نہ ڈالتے اُس نے خود ہی کہہ دیا۔

"یقیناً آپکو کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے کہ آپکے بیٹے نے مجھے اتنا اہم سمجھ رکھا ہے۔مگر میں آپکو بتا دوں ایسا کچھ نہیں ہے۔خیر ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

زہرا نے 'اچھا واقعی؟' والی نظروں سے اُسکی طرف دیکھا۔اُسے تو جیسے اُنکی نظروں میں چنوتی نظر آ رہی تھی۔بدلے میں اُس نے بھی ویسی ہی نظروں سے اُنکی طرف دیکھا۔جیسے کہہ رہی ہو 'ابھی میں یہ چیلنج جیت جاؤں گی' زہرا بس اُسکی نادانی پر مسکرا ہی سکتی تھیں جبکہ وہ بڑی فرصت سے انگلی کو

سکرین پر چلاتے نہ صرف شارم کا نمبر ملا چکی تھی بلکہ فون کو سپیکر پر بھی ڈال دیا۔بمشکل دوسری رِنگ ہی پر سپیکر پر بڑی ہشاش بشاش آواز ابھری

"زہے نصیب۔!صبح صبح اتنے خاص اور حسین لوگوں نے شارم طلال کو کال کرنے کا شرف بخشا۔"

موبائل اُسکے ہاتھوں سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔اُسے لگا جیسے غلط نمبر مِلا دیا ہو گا مگر ایک دفعہ پھر سکرین پر شارم کا ہی نام تھا اُس نے جھٹ سے زہرا کی طرف جو ہونٹوں پر بکھرتا تبسم چھپانے کو چہرہ جھکا رہی تھیں۔ابھی وہ اتنے بڑے جھٹکے سے ہی نہیں سنبھلی تھی جب اُس نے مزید کہا۔

"بہت اچھا کیا آپ نے جو میری تھکی تھکی صبح حسین کر دی۔محترمہ گوڈے گوڈے ڈوب گیا ہے آپکا 'مسٹر رائٹ'۔"

عشمیرہ کی پسندیدہ ٹرم پر خاصا زور دیتے اُس نے کہا۔عشمیرہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا۔چیلنج ہارنے کی سوچ سے زیادہ اُسے زہرا کی موجودگی میں اُسکے الفاظ پر شرمندگی ہوئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

بے یقینی کے زیرِ اثر وہ بس یہی پوچھ سکی جیسے اب بھی گمان تھا کہ وہ کہہ دے گا یہ سب تمہارے لیے نہیں کہا۔

"اتنے مشکل الفاظ بولتا ہوں میں؟"

وہ مزے سے پوچھ رہا تھا۔عشمیرہ کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔اُس نے بمشکل سر اٹھائے زہرا کی طرف دیکھا جو اب سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔

"اِس سے کہو سارہ کو گھر بلوانے پر اب بھی اِسکے کوئی تحفظات ہیں تو مجھے بجھوا دے میری بیٹی کے پاس۔بیچاری بخار میں پھنک رہی ہے۔"

اُنکی ناراضگی بھری آواز دوسری طرف موجود شارم نے بھی باآسانی سُنی تھی۔عشمیرہ نے کچھ بھی کہے بغیر موبائل زہرا کی طرف بڑھا دیا۔

"شارم میری کال کیوں نہیں اٹھا رہے۔کوئی ضروری بات بھی ہو سکتی ہے۔"

فون کان سے لگاتے ہی اُنہوں نے گھرکا۔

"امی گھر ہی آ رہا ہوں۔راستے میں ہوں اِس لیے آپکی کال نہیں اٹھائی۔"

خضر کو ڈسچارج کروانے کے بعد وہ اب گھر کے لیے نکلا تھا۔

"بیوی کی دفعہ بھی تو راستے میں ہی ہو ناں یا کوہِ قاف چلے گئے تھے؟"

اُس کے مطمئن انداز پر زہرا کی تیوری چڑھ گئی تھی۔عشمیرہ نے ایک چور نظر اُن پر ڈالی اور تیزی سے لاؤنج سے نکل گئی۔

"امی یار سمجھا کریں۔اُس کی کال دیکھ کر تو واقعی کوہِ قاف پہ چلا گیا تھا۔"

"پتہ ہوتا آپ نے کروائی ہے تو دھرتی پہ ہی رہتا ناں۔"

وہ غصے سے بھری ماں کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"اچھا چلو جلدی آؤ۔بہت ہو گیا شارم۔اب مجھے کسی بھی طرح سارہ کے پاس جانا ہے بس۔"

ڈائینگ ٹیبل کے پاس کھڑی عشمیرہ کو دیکھتے انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لے جاؤں گا سارہ کے پاس بھی۔پہلے یہ بتائیں میری بیوی کی کمپنی اتنی بری لگی ہے جو آپکو سارہ کی ہر وقت یاد آتی رہتی ہے۔"

اُنکا دھیان بٹانے کو اُس نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"کیسی کمپنی؟ تمہاری بیوی کے تو بھئی مزاج ہی نہیں ملتے۔"

ٹیبل پر رکھے جار سے ایک کوکی نکالتی عشمیرہ پہ ہی نظریں جمائے وہ جلے بھنے انداز میں بولیں تو شارم نے زبردست قہقہہ لگایا۔

"بی بی جی۔عشمیرہ بی بی کے امی ابو آئے ہیں۔میں نے بیٹھک میں بٹھا دیا ہے اُنہیں۔"

"اچھا عشمیرہ کو بتاؤ۔اور چائے بناؤ۔"

منزہ کی اطلاع پر اُسے ہدایت دیتے انہوں نے شارم سے کہا۔

"چلو شارم میں رکھتی ہوں۔تم آ جاؤ جلدی"

جب تک وہ کچن میں پہنچیں تو منزہ اُسے اطلاع دے چکی تھی تبھی وہ وہیں بے حس و حرکت کھڑی تھی۔زہرا نے اُسکا فون اُسکی طرف بڑھایا اور اپنے ساتھ آنے کا کہا۔سر ہلاتے وہ چند قدم چل کر رُک گئی تھی۔

"رُک کیوں گئیں؟ باہر نہیں آنا کیا؟"

زہرا نے مڑ کر پوچھا۔وہ نفی میں سر ہلاتے اُنکے پیچھے ہی چل دی۔

"السلام علیکم"

زہرا پہلے بیٹھک میں داخل ہوئیں اور آگے بڑھ کر نورین سے ملیں۔میر زبیر سے سلام لے کر جب وہ نورین کے سامنے بیٹھ گئیں تو عشمیرہ اندر آئی۔

"عشمیرہ میری بچی کیسی ہو؟"

نورین نے بڑی خوشی سے اٹھ کر اُسے اپنے ساتھ لپٹایا۔میر زبیر نے نظر بھر کر اُسے دیکھا پھر رُخ موڑ گئے۔نورین کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔محبت سے اُسکی پیشانی چومتے وہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا چکی تھیں۔اُنہوں نے بڑی مضبوطی سے اُسکا ہاتھ تھام رکھا تھا جیسے ڈر ہو کہ وہ بھاگ جائے گی۔

"کیسے مزاج ہیں باقی سب کے؟ زرمین بیٹی کو بھی ساتھ لے آتے۔"

زہرا نے باتوں کا سلسلہ بڑھایا۔

"سب ٹھیک۔"

"زرمین تو پتہ نہیں کہاں مصروف رہتی ہے بھابھی۔دو دن سے کال کر رہی ہوں کوئی جواب نہیں۔اب یہاں سے واپسی پر اُسکے گھر جائیں گے"

نورین مسکرا کر بتا رہی تھیں اِس بات سے انجان کے بیچاری زرمین کس مشکل میں پھنسی ہوئی تھی۔

"خیریت سے جانا ہے اُسکی طرف۔؟"

"وہ دراصل میں اور زری کے ابو عمرہ پر جا رہے ہیں۔"

زہرا کے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا۔عشمیرہ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔اتنی بڑی خبر سے وہ کیوں انجان تھی۔جبکہ نورین اُسکے تاثرات سے انجان بنتے زہرا کی مبارکباد وصول کر رہی تھیں۔زہرا

نے میر زبیر کو بھی ڈھیروں مبارک دی جو اب اُنہیں بتا رہے تھے کہ یہ اُنکی پرانی خواہش تھی کہ دونوں بیٹیوں کی ذمہ داری سے جلد از جلد سبکدوش ہو کر وہ عمرہ کرنے جائیں گے۔عشمیرہ کو اُن پر شدید غصہ آ رہا تھا اُس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ نورین سے چھڑوایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔نورین کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔زہرا تو اُسکی طرف متوجہ نہیں تھیں البتہ میر زبیر نے ناگواری سے یہ منظر دیکھا۔

"منزہ منزہ"

"چائے بنا رہی ہو یا پائے؟ لے بھی آؤ اب۔"

وہ دہلیز پر کھڑی اونچی رعب دار آواز میں منزہ کو بُلا رہی تھی۔اُس نے یقیناً پہلی دفعہ اِس گھر کے کسی کام میں دلچسپی لی تھی اِس لیے اِس دفعہ زہرا کا چونکنا بنتا تھا۔میر زبیر چونکہ لڑکیوں کا یوں چیخ چلا کر کسی کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتے تبھی اُسکے انداز پر ایک اور ناگوار نظر اُس پر ڈالی جبکہ وہ بڑے مطمئن انداز میں واپس آ کر بڑی شان سے زہرا کیساتھ براجمان ہو گئی۔اُس نے یہ حرکت صرف نورین کو دکھی کرنے کے لیے کی تھی۔اُسکی اور میر زبیر کی ناراضگی میں صرف وہی تو پِس رہیں تھیں۔زہرا بے طرح چونکیں۔ابھی تو کچھ دیر پہلے اپنی زبان کے جوہر دِکھا رہی تھی اور اب؟ وہ لڑکی گدھے کو باپ بنانا اچھے سے جانتی تھی۔افففف گدھا؟ توبہ توبہ.....زہرا نے اپنی سوچ پر ہزار

دفعہ لعنت بھیجی۔اُسکے ماں باپ کے سامنے اُنہیں اُسے مسکرا کر دیکھنا پڑا۔بدلے میں اُس نے بھی بڑی پیاری مسکان اُنکی طرف اچھالی۔نورین نم آنکھوں سمیت حسرت سے مسکرا دیں۔

"اصل میں ہمارے آنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم نے سوچا ہے اگلے ہفتے سفر شروع ہو جانا ہے تو جانے سے پہلے دونوں بیٹیوں کو اپنے آپ پاس بُلا لیں۔کچھ دِن دونوں میکے میں ہمارے ساتھ گزاریں۔اگر آپکو اعتراض نہ ہو تو۔"

چند لمحوں بعد میر زبیر کے اشارے پر نورین نے ہچکچا کر بتایا۔ہنہہ اب اِنہیں بیٹیوں کی یاد آ گئی؟ عشمیرہ نے سر جھٹکا۔وہ تو کبھی نہیں جائے گی۔اُس نے سوچ لیا تھا جبکہ اُسکی ساس بڑے جوش و خروش سے اُسکی سوچ کے برعکس بول رہی تھی۔

"جی جی ضرور۔اعتراض والی تو کوئی بات ہی نہیں۔بلکہ بہت اچھا فیصلہ کیا آپ نے۔"

"بیٹیوں کے بغیر دل کہاں لگتا ہے۔میری سارہ گھر نہیں ہے تو کیسے گھر سونا لگنے لگا ہے۔"

وہ خود افسردہ ہو گئی تھیں۔ہر وقت سارہ سارہ۔اُنکی سارہ کے لیے محبت کو سراہنے والی عشمیرہ اب جل بھن رہی تھی۔مگر اُس نے بھی سوچ لیا تھا ہرگز نہیں جائے گی چاہے اُس کے لیے اُسے جو بھی قدم اٹھانا پڑتا۔

"بی بی چائے۔"

منزہ کی آواز نے اُسکے تخریب کار دماغ کی سوچوں کو بریک لگایا۔زہرا چائے نکالنے کے لیے اٹھنے لگیں تو عشمیرہ نے اُنکا ہاتھ پکڑے روک لیا اور بڑی نرمی سے بولی۔

"آپ بیٹھیں ناں۔میں دیتی ہوں۔"

زہرا اُسکی سائیکی سمجھ نہیں پا رہی تھیں مگر چپ چاپ بیٹھ گئیں۔ماں باپ کے سامنے چائے رکھ کر وہ زہرا کی چائے نکالنے لگی۔

****

"السلام علیکم۔کیسے ہیں سب؟"

اُسی دوران شارم آ گیا۔نورین اور ماں سے سلام لے کر وہ میر زبیر سے بغلگیر ہوا اور اُنہی کیساتھ بیٹھ گیا۔اُسکی نظریں آسمانی رنگ کے جوڑے میں ملبوس عشمیرہ پر تھیں جو کافی مصروف لگ رہی تھی۔زہرا کو چائے دینے کے بعد ٹرالی سے باقی ماندہ لوازمات ٹیبل پر چننے کے بعد وہ اپنے لیے چائے نکالنے لگی۔

"ایک کپ مجھے بھی بنا دو عشمیرہ۔"

گلا کھنکار کر اُس نے عشمیرہ کو کہا۔اور کوئی وقت ہوتا تو شاید وہ منع ہی کر دیتی مگر اِس وقت اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے وہ ایک اچھی بہو اور بیوی کا کردار ادا کرنے پر مجبور تھی۔خیر وہ وقت بھی دور نہیں ہونے والا جب وہ اِنہی سسرال والوں کو اچھے سے سبق سکھائے گی بس ایک دفعہ ضارب کا پتہ چل جائے۔شارم کی طرف چائے بڑھاتے وہ یہی سب سوچ رہی تھی چونکی تو تب جب شارم نے چائے کی بجائے باقاعدہ اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ سٹپٹا کر ہاتھ چھڑواتے دوبارہ زہرا کیساتھ بیٹھ کر چائے کی چسکیاں لیتے شارم کو کوسنے لگی۔

"بھائی صاحب میں سوچ رہی تھی کہ بچوں کا نکاح آپکی خواہش پر ہم نے بےحد سادگی سے کیا ہے۔لیکن اب ولیمے کا کچھ اہتمام ہم کر ہی لیں۔"

چائے کے دوران ہی زہرا نے لب کشائی کی۔'آپکی خواہش' سن کر عشمیرہ کی چائے حلق میں ہی اٹک گئی۔اُس نے آنکھیں پھاڑتے پہلے باپ اور پھر ماں کو دیکھا۔میر زبیر تو زرمین کے جھوٹ سے یوں بھی انجان تھے تبھی اُنہیں اُسکی حیرت پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا البتہ نورین ضرور نظریں چرانے لگی تھیں۔آخر جھوٹ کب تک چھپ سکتا تھا۔

"آخر کو بہو لائے ہیں۔رشتہ داروں کو بھی تو بتانا پڑے گا۔ایک ہی بیٹا ہے میرا۔لوگ سوچیں گے ناجانے کیوں بڑی خوشی نہیں کی۔"

اُنہوں نے مزید جوش سے کہا۔عشمیرہ جو اُنہیں مشکوک سمجھ رہی تھی آج اُنکی بات پر اُسے بے حد دکھ ہوا۔یعنی زرمین نے جھوٹ بولا تھا۔اُس نے بھی دھوکا دے دیا۔اُسکی آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔شارم بھی تو سب جانتا تھا تبھی گہری نظروں سے اُسے دیکھتا جو رہا جو مٹھیاں بھینچ کر ضبط کر رہی تھی۔وہ یہاں سے ابھی اِسی وقت چلی جانا چاہتی تھی مگر نہیں اُسے میر زبیر کو پریشان کرنا ہی تھا چاہے اُسکے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔

"دراصل میری سارہ بھی بھائی کے نکاح میں شرکت نہیں کر سکی۔ہو نہ ہو اِسی بات کے غم نے بیمار کر دیا ہے اُسے۔تو وہ بھی خوش ہو جائے گی۔"

سب بالکل چپ تھے بس زہرا ہی بولے جا رہی تھیں۔زہرا نے جواب طلب نظروں سے میر زبیر کی طرف دیکھا تو وہ کچھ توقف کے بعد بولے۔

"جی بہت بہتر سوچا آپ نے۔لیکن بھابھی ہماری طرف سے شرکت کی معذرت۔ابھی ہم عمرہ پر جا رہے ہیں۔مہینہ تو اِسی میں نکل جائے گا۔"

عشمیرہ کا دماغ گھومنے لگا تھا۔کیا اُنکی بیٹی اشتہاری تھی جو وہ ایسے بھونڈے جواز دے رہے تھے۔وہ یقیناً نکاح والے دن کی اُسکی بدتمیزی کی وجہ سے یہ سب کر رہے تھے۔مگر ہر دفعہ وہ ہی کیوں؟

"اور اُسکے بعد واپس آ کر مجھے اور عمیر کو دوبارہ کام کے سلسلے میں کویت جانا ہے۔تو پیچھے رہ ہی کون جاتا ہے؟"

شوہر کے کٹھور پن پر نورین اب لاتعلق ہو چکی تھیں۔اِس دفعہ تو زہرا نے بے حد حیرت سے میر زبیر کی طرف دیکھا۔وہ تو اڑ ہی گئے تھے بیٹی کے سسرال کی بھی پروا نہیں تھی۔شارم کو بھی اُن پر افسوس ہوا۔جب وہ غیر ہو کر اُنکی اکڑ محسوس کر رہے تھے تو بیچاری عشمیرہ کا کیا حال ہو گا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے۔ظاہری بات ہے ہم فنکشن وغیرہ کر تو لیں گے مگر ہمارے رشتہ دار تو سوال کریں گے کہ دلہن کے گھر والے"

زہرا اب کی بار کچھ ناگواری سے استفسار کرنے لگی تھیں۔اُنکے طیش کو دیکھتے ہوئے شارم نے فوراً ٹوکا۔

"امی پلیز۔اِس ٹاپک کو یہیں بند کر دیں۔"

اُسکی نگاہوں میں التجا تھی۔زہرا کو خاموش ہونا پڑا۔عشمیرہ کا ضبط سے برا حال تھا۔

"چلیں نورین۔آگے زری کی طرف بھی جانا ہے۔"

میر زبیر کھڑے ہوتے بولے۔نورین بھی سر ہلاتے اٹھ گئیں۔اُنہوں نے دھیمی آواز میں عشمیرہ کو مخاطب کیا۔

"چلو عشمیرہ۔جلدی سے تھوڑی بہت تیاری کر لو۔تمہارے ابو جلدی میں ہیں۔"

"جاؤ بیٹا۔"

زہرا نے بھی بمشکل کہا شارم کن انکھیوں سے اُسکی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنی نشست چھوڑتے مضبوطی سے بولی

"نہیں۔مجھے کہیں نہیں جانا۔"

ایسے صفا چٹ انکار پر میر زبیر اور نورین کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔شارم البتہ مطمئن بیٹھا تھا وہ جان گیا تھا کہ وہ کچھ تو کرنے والی تھی۔

"آنٹی سارہ سے ملنے جا رہی ہیں۔ایسے میں گھر خالی ہو جائے گا۔شارم کو بھی کسی کی ضرورت ہو گی۔اِس لیے میں نہیں جا سکتی آپ کے ساتھ۔"

اب کی بار حیران ہونے کی باری زہرا کی تھی۔اُسکی حرکت سمجھتا شارم تیزی سے امڈتی مسکراہٹ دبا گیا۔

"بیٹا بس دو دن کی تو بات ہے۔ہمارے ساتھ تھوڑا وقت گزار کر واپس آ جانا۔جلدی لے جائے گا شارم۔"

"زرمین بھی تو ہو گی تمہارے ساتھ"

نورین نے اصرار کیا۔میر زبیر تو بس اُسکے تیور ملاحظہ کر رہے تھے۔

"جی نہیں۔میری طرف سے معذرت۔اب بہت مصروف ہو گئی ہوں میں۔"

مصروف؟ واہ عشمیرہ بی بی کل تو خود کو فارغ ترین کہہ رہی تھی اور آج؟ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے یہ لڑکی۔زہرا کو اُس پر شدید تاؤ آ رہا تھا۔

"ویسے بھی اب مجھے آپ کے گھر کی عادت نہیں رہی۔"

وہ باہر کی طرف قدم بڑھاتے بولی۔میر زبیر مٹھیاں بھینچے اپنی چھوٹی اولاد کی ہٹ دھرمی دیکھ رہے تھے البتہ نورین تڑپ کر اُسکی طرف لپکیں۔

"اچھا عشمی میری بچی سُنو تو۔"

"کوئی بات نہیں چندا مت آؤ ابھی۔جب فارغ ہو جاؤ گی یا جب دل کرے پھر آ جانا۔تمہارا اپنا گھر ہے۔"

اُنہوں نے اُسے روک لیا تھا۔اُسکے سامنے جا کر وہ دوبارہ اُسکی پیشانی چوم رہی تھیں۔عشمیرہ کا دل بھرنے لگا تھا مگر غصہ حد سے سوا تھا۔

"تمہارے ابو نے چیک بھیجا تھا زری کے ہاتھ۔وہ شاید تمہیں دینا بھول گئی تھی۔یہ رکھ لو۔"

اُنہوں نے بیگ سے چیک نکال کر اُسکی ہتھیلی پر رکھنا چاہا۔وہ نکاح پر ملنے والی ساری سلامی وہیں صوفے پر رکھ آئی تھی جہاں وہ آخری دفعہ بیٹھی تھی تبھی گھر والے اُسے بار بار کچھ رقم دینا چاہ رہے تھے مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔بڑی نرمی سے اُن کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نکالتے سپاٹ لہجے میں بولی۔

"امی کبھی تو ڈرنا چھوڑ کر سچ بول دیا کریں۔"

"وہ مجھے دینا بھولی نہیں تھی۔میں نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔"

بغیر کسی بھی خوف کے وہ بولی تو نورین گھبرا گئیں۔اِس جگہ پر اُسکا منہ کھلوانے کا مطلب صرف بربادی تھا۔اُنہوں نے کوئی وجہ نہیں پوچھی تھی کیونکہ بات بڑھانا نہیں چاہتی تھیں بس زبردستی اُس کے ہاتھ میں چیک تھماتے بولیں۔

"اچھا پھر یہ رکھ لو۔ تمہیں ضرورت"

"کیا کروں گی رکھ کر۔؟ اب کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔"

اُس نے جیسے اپنا تمسخر اُڑایا۔بالآخر ایک آنسو گال پر لڑکھ گیا تھا جِسے اُس نے بےدردی سے صاف کیا۔اُس نے مصلحتاً ہی ساس اور شوہر کے سامنے یہ سب کیا تھا کیونکہ آج، اِس سب کے بعد وہ شارم کو سب بتا دینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

"منزہ منزہ۔"

"یہ برتن اٹھا لیں آ کر۔مہمان واپس جا رہے ہیں۔"

اُس نے پھر باپ کی ناپسندیدہ حرکت دوہرائی تھی اور اب کی بار تو اُس نے پسِ پردہ ماں باپ کو یہاں سے چلے جانے کا اشارہ دیا تھا۔وہ کمرے سے نکل گئی اور بھاگتے ہوئے اوپر چلی گئی۔

میر زبیر کی آنکھوں سے شرارے لپک رہے تھے وہ تن فن کرتے نورین کا انتظار کیے بغیر نکل گئے جبکہ نورین اِس سب کے بعد بے حد شرمندہ تھیں وہ پلٹ کر زہرا کی طرف دیکھتے منمنائیں۔

"میں معافی چاہتی ہوں بھابھی۔وہ بس باپ بیٹی کی ذرا سی بات پر اَن بَن چل رہی ہے۔تو"

اُنکا ضبط ٹوٹتا دیکھ کر شارم سرعت سے آگے بڑھا اور اُنہیں مزید شرمندگی سے بچاتے، بازو کے حلقے میں لے کر بولا۔

"کوئی بات نہیں آنٹی۔آپ بے فکر ہو کر جائیں۔"

وہ اُنہیں لیے باہر نکل گیا۔زہرا حیرت سے شارم کی پشت تکتی رہ گئیں۔آخر اُنکے بیٹے پر کون سا جادو ہو گیا تھا جو ہر چیز فراموش کیے جا رہا تھا۔

"بیٹا وہ بڑی جذباتی ہے۔مجھے تو بس اُسی کی فکر رہتی ہے۔خیال رکھنا اُسکا۔"

نورین نے بیرونی دروازے پر پہنچ کر بھرائی آواز میں کہا۔شارم نے سر ہلایا اور اُنکی اپنی طرف سے پوری تسلی کروا کر بھیجا۔چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو زہرا حیران سی وہیں بیٹھی تھیں۔اُسے دیکھتے ہی عشمیرہ والی نشست کی طرف اشارہ کرتے بے یقینی سے پوچھا

"یہ تمہاری بیوی ہی تھی ناں۔؟"

"امی" شارم نے شکایتی انداز میں اُنکی طرف دیکھا تھا۔

"ہاں میں تو حیران ہو رہی ہوں۔سسرال والوں کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلائی ہے اِس نے"

وہ افسوس سے بول رہی تھیں۔شارم خود بھی اچھے سے جانتا تھا تبھی انکار نہیں کر سکا تھا البتہ اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ جانتی ہیں اُس نے ایسا کیوں کیا۔زبیر انکل بھی تو اب حد کر رہے ہیں۔"

"ویسے ٹھیک کہتے ہو۔ناجانے کیوں وہ اب بھی اتنا اکڑ رہے ہیں۔"

میر زبیر کے ذکر پر زہرا بھی ناگواری سے کہنے لگیں۔

"اپنی اکڑ میں وہ یہ تک نہیں سوچتے کہ بیٹی کے سسرال والے کیا سوچیں گے؟ وہ تو ہم ہیں جو سب جانتے ہیں اور چُپ بھی ہیں۔کوئی اور ہوتا تو اُنہیں پتہ چلتا کہ سمدھیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے اور کیسا نہیں۔"

اُنہوں نے سر جھٹکا۔لڑکے کی ماں ہو کر بھی اُنہیں ہی سب ماننا پڑا تھا۔اُنہیں تو یہ غم بھلائے نہیں بھولتا تھا۔

"اچھا امی اب آپ"

شارم اُنہیں عشمیرہ کے متعلق ہی کچھ سمجھانے لگا تھا جب اوپر سے چیزیں پھینکے کی آواز آئی۔

"اوہ نو"

ایک لمحے میں ہی وہ دونوں شور کی نوعیت جان گئے تھے۔

"مجھے پتہ تھا۔پہلے گئی نہیں حالانکہ جانا چاہتی تھی پر اب تو ایسے ہی غصہ نکالے گی۔پوری سارہ پہ گئی ہے۔"

"وہ بھی پہلے چلی گئی ہے تمہارے کہنے پہ اب ہر وقت اِسی طرح غصہ۔"

زہرا بڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں جبکہ شارم تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔

"اپنی بیوی کو دیکھ کر جلدی واپس آؤ۔مجھے سارہ کے متعلق ضروری بات کرنی ہے۔"

اپنے کمرے کے پاس کھڑی زہرا نے پیچھے سے پکارا تو وہ پلٹ کر بولا

"مجھے بھی آپکو ایک سرپرائز دینا ہے۔میں بس آیا ابھی۔"

وہ تیزی سے کمرے میں پہنچا تو سامنے کا منظر بالکل اُسکی توقع کے مطابق تھا۔اُس نے کمرے کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا ہاں ایک چیز اُسکے گمان میں بھی نہیں تھی اور وہ یہ کہ اُس نے غصے میں اپنا موبائل شاید دیوار پر مار دیا تھا چونکہ اِس وقت اُسکی سکرین بری طرح ٹوٹی ہوئی تھی۔زمین پر گرا ٹوٹا ہوا موبائل دیکھ کر اُسے باقی چیزیں ٹوٹنے کا کوئی دکھ نہیں رہا تھا۔اور عجیب بات یہ تھی کہ اپنی خود غرضی پر اُسے کوئی حیرت نہیں تھی۔

"عشمیرہ"

وہ لپک کر اُسکی طرف بڑھا جو ٹیرس کی طرف منہ کیے بیڈ کے قریب زمین پر بیٹھی رو رہی تھی۔یہاں پہنچ کر اُسے ایک اور چیز ٹوٹنے کا دکھ ہوا تھا جس کی کرچیوں کے قریب ہی وہ بیٹھی تھی۔

"کیا کر رہی ہو یار۔اٹھو یہاں سے۔"

وہ اُسے اٹھا کر بیڈ پر بٹھاتے پیروں سے کرچیاں دور دھکیلتے بولا۔

"پہلے والے زخم بھی اتنی تکلیف کے بعد ٹھیک ہوئے تھے اور تم دوبارہ لگانے کی تیاری میں ہو۔"

"ہاں ٹھیک کہا۔پہلے ہی زخم بھرے نہیں تھے۔ابو نے اور زخمی کر دیا۔"

وہ زخمی سا مسکرائی تھی۔

"بس یہی تو شکایت ہے مجھے اُن سے۔کبھی بیٹی سمجھتے ہی نہیں۔"

شارم نے چونک کر دیکھا۔آج شاید وہ ڈھکی چھپی بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے سب تہس نہس کر دوں۔اپنے آپ کو آگ لگا دوں۔"

وہ چلا رہی تھی۔بالکل ویسے ہی جیسے اپنے گھر میں چلاتی تھی۔شارم نے ناگواری سے پہلے کھلے دروازے کو پھر اُسے دیکھا پھر اُسے کندھوں سے ہلاتے سختی سے بولا۔

"ہوش کرو عشمیرہ۔یہ کیسا پاگل پن ہے؟"

اُس نے وحشت زدہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔جو اب خود کو نارمل کر کے سائیڈ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے افسوس سے بول رہا تھا۔

"ہمارے روم میں بس یہی دو واز تھے۔دونوں ہی توڑ دیئے تم نے۔اور اِنکے ساتھ زرمین اور اپنے ماں باپ کا دل بھی۔"

"میں چاہتی ہوں کہ جیسے میرا دل ٹوٹا ہے ویسے ہر کسی کا دل توڑ دوں۔"

اُس نے شارم کی آنکھوں میں دیکھتے بڑی بےخوفی سے علانیہ کہا۔وہ نگاہوں سے ہی سب کہہ دینا چاہتی تھی۔شارم کو نظریں ہٹانا پڑیں۔

"یہ تو بہت بری ہے۔"

وہ اب ٹیرس کی طرف دیکھتے بول رہا تھا۔

"یعنی تم چاہتی ہو جیسی تکلیف تمہیں دی گئی ہے ویسی ہی تم دوسروں کو بھی دو؟"

"حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔بلکہ تمہیں تو چاہیے کہ دوسروں کو اُس تکلیف سے محفوظ رکھو جس کا درد صرف تم جانتی ہو۔"

اب کی بار عشمیرہ چونکی۔اُس نے سنجیدگی سے جو کہا تھا عشمیرہ کو ہوش میں لانے کے لیے کافی تھا۔

"آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں؟"

"میں بس جنرلی۔"

اُس کے پوچھنے پر شارم نے کندھے اچکائے۔چند لمحے اُس نے آنکھیں چندھی کیے شارم پر گاڑھیں مگر بے سود۔وہ کچھ بھی پڑھنے میں ناکام رہی تھی البتہ آج جو کچھ نیچے ہوا اُسکے بعد سے ہی وہ مزید کوئی پردہ رکھنے کی روادار نہ تھی۔جب اِن بیچارے لوگوں کا کوئی قصور نہ تھا تو اِنہیں کیوں بے خبر رکھا جاتا۔اِنہیں بھی سب پتا ہونا چاہیے۔اُس نے فیصلہ کُن انداز میں سوچا۔

"مجھے آپکو کچھ بتانا ہے۔"

آنسو صاف کرتے بالآخر اُس نے مضبوطی سے کہا۔

شارم کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑکا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ سب کچھ اُسے بتا کر ڈنکے کی چوٹ پر اُسکی طرف سے ملی چھوٹ کا ناجائز استعمال کرے۔ابھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اُسے چھوٹ دی جا رہی تھی البتہ سب بتا کر چھوٹ مل جانے پر وہ خود کو اُسکی نظروں میں کاٹھ کا الو نہیں بنانا چاہتا تھا۔

"ابھی امی کو سارہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔تمہاری بات رات کو سُنوں گا۔"

اُس نے بڑے آرام سے ٹال دیا تھا۔اُسے یقین تھا کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ جلدبازی میں کیے اپنے فیصلے پر ضرور غور کرے گی۔

"کہاں؟ اسلام آباد؟"

اُس کے سوال پر وہ سوچوں سے نکلا۔اب کیا بتاتا اُسے کہ واصف اُسکے کہنے پر صبح ہی سارہ کو لے آیا تھا اور اِس وقت وہ واصف کے گھر میں تھی۔

"ہاں۔"

ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے اُسے مزید جھوٹ بولنا ہی پڑا۔ناجانے وہ اب تک کتنے جھوٹ بول چکا تھا۔اُس نے ٹھنڈی آہ بھر کر حیرت سے خود کو دیکھتی عشمیرہ سے کہا۔

"مگر میں آ جاؤں گا کچھ دیر میں۔زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔"

"منزہ تمہارے ساتھ ہی ہو گی میرے آنے تک۔"

اُس نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ویسے اچھا ہی تھا کہ دونوں ماں بیٹا چلے جاتے۔وہ کچھ دیر بالکل تنہائی چاہتی تھی۔اُسے ساری بات تو وہ رات کو بھی بتا سکتی تھی۔

"منزہ منزہ"

"جلدی اوپر آئیں۔"

شارم اُسے کہنے کے بعد دروازے سے سر باہر نکالے منزہ کو آوازیں دینے لگا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ کمرے میں آئی تو شارم نے اپنی موجودگی میں اُس سے کمرہ صاف کروایا اور شام تک وہیں رہنے کی ہدایت دی۔وہ چلی گئی تو جانے سے پہلے شارم نے بتایا۔

"اچھا ہم جا رہے ہیں۔"

"تم امی سے ملو گی؟"

شارم کو موہوم سی امید تھی کہ وہ زہرا کے جانے کا سن کر اُن سے ضرور مل لے گی مگر اُس نے نفی میں سر ہلاتے اُسکی امید کا سر کچل دیا۔ایک خاموش نظر اُس پر ڈالتا وہ باہر نکل گیا۔اپنے پیچھے وہ صرف تنہائی اور خاموشی چھوڑ گیا تھا۔دروازہ بند ہونے کی آواز سُن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔دل پر پڑا بوجھ رونے سے ہی ہلکا ہو سکتا تھا۔

****

لاؤنج میں پہنچ کر بھی رجاء کی مزاحمت جاری تھی۔بالاج کی تیوری چڑھ گئی مگر وہ پہلے مہمانوں کو رخصت کرنا چاہتا تھا۔لاؤنج میں اُسے چھوڑ کر وہ وہاں کا داخلی دروازہ بند کر کے واپس بیٹھک میں آ گیا۔کچھ دیر مزید اُن سب کی گفتگو سنتا رہا۔جانے سے پہلے پروفیسر زوار نے اُسے رجاء کے معاملے میں نرمی رکھنے کی تلقین تھی جِسے وہ سر ہلاتے بیزاری سے سنتا رہا۔اُس بیچارے کا کہاں یہ معلوم تھا کہ یہ اُن سے آخری ملاقات ہو گی۔اُن سب کو رخصت کر کے وہ واپس آیا اور سیدھا رجاء کر سر ہو گیا۔

"آئندہ اتنے لوگوں کے بیچ اپنی چونچ کھولنے سے پرہیز کرنا۔!"

سوئی ہوئی مشعال کے بالوں میں انگلیاں چلاتی، گہری سوچ میں ڈوبی رجاء اُسکی سرد آواز پر چونک کر متوجہ ہوئی۔پھر تیزی سے اُسکے سامنے سے نکلتی کچن کی طرف چلی گئی۔بالاج نے ناگواری سے اُسکے تیور دیکھے جو ابھی مزید اُسے تپانے والی تھی۔کچن میں جا کر برتن پٹختے وہ بڑبڑائی تھی۔

"مت کرو کہ کچھ۔میں خود رپورٹ لکھواؤں گی۔میں محبوب عالم کا اسکیچ بنواؤں گی۔"

"جیسے جیسے اُن انکل نے کہا میں وہ سب کروں گی۔میں ایمی کا خون کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

آخر میں اُسکی آواز تیز ہو گئی تھی۔وہ اُسے ہی سنا رہی تھی۔نرم نگاہوں سے مشعال کو دیکھتا وہ اُسکی آوازوں پر چونک گیا۔ماتھے پر بند ڈالے وہ وہیں کھڑے غرایا۔

"بکواس بند کر لو اپنی۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔میں ایمی کا خون معاف نہیں کروں گی۔میں جاؤں گی۔میں خود جاؤں گی پولیس کے پاس۔تم چاہے جو بھی کرو۔"

اُس نے ایک اور برتن پوری قوت سے شیلف پر پٹخا جبکہ بولتے ہوئے اُسکی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"رجاء" وہ چلاتے ہوئے کچن میں آ گیا۔

"کیا کہا دوبارہ کہو۔"

شیلف کے پاس کھڑی رجاء کے قریب جاتے وہ خون آشام نظروں سے اُسے گھورتے سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔اُسے جیسے یقین تھا کہ وہ اب ڈر جائے گی مگر وہ بڑی بے خوفی سے اُسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی تھی۔

"میں جاؤں گی۔میں جاؤں گی۔"

"تم ڈر کر پیچھے ہٹ رہے ہو مگر میں نہیں ہٹوں گی۔"

بالاج نے دیکھا وہ بڑے وثوق سے بغیر ڈرے بول رہی تھی۔اُسکے تیوروں سے لگ رہا تھا جو وہ کہہ رہی تھی کر گزرے گی۔اُس نے مزید بولنے کو منہ کھولتی رجاء کو ایک جھٹکے سے گلے سے پکڑ لیا تھا۔اِس قدر جارحانہ انداز.....رجاء اُسکی حرکت پر ششدر رہ گئی تھی۔

"آئندہ تمہاری زبان سے کوئی بھی ایسا لفظ نکلا جو میری مرضی کے خلاف ہوا تو تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

رجاء کی آنکھیں ابل کر باہر کو آگئیں جبکہ وہ دبے دبے لہجے میں غرا رہا تھا۔

"مشی میری ذمہ داری ہے۔اگر صرف تمہاری بات ہوتی تو تمہارے جو جی میں آتا تم کرتیں میں ایک لفظ زبان سے نہ نکالتا بھلے تم مر جاتی۔میری بلا سے۔مجھے فرق نہیں پڑتا مگر"

اُسکا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر بالاج نے گرفت کچھ نرم کی تھی۔

"مگر بات مشی کی ہے۔ایک بہن کھو دی۔بدلہ لینے سے وہ واپس نہیں آئے گی مگر اِس سب میں دوسری کا کیا قصور؟"

اُس نے بالاج کو ایسا کرنے سے نہیں روکا تھا۔کوئی مزاحمت بھی نہیں کی تھی۔اور بالاج جانتا تھا وہ کبھی اُسکا ہاتھ نہیں روکے گی چاہے دم نکل جائے تبھی ایک جھٹکے سے اُس نے چھوڑ دیا تھا۔وہ گلے پر ہاتھ رکھے بری طرح کھانسنے لگی تھی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔بالاج نے سختی سے رُخ موڑ لیا اور

لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلنے لگا۔باہر نکلنے سے پہلے وہ ایک دفعہ پھر مڑا۔گہری نظر اُس پر ڈالتے یخ ٹھنڈے انداز میں بولا۔

"میری بات یاد رکھنا رجاء۔اگر اب تمہاری وجہ سے مشی پر آنچ بھی آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔میں خود بھی نہیں جانتا کہ میں کیا کر گزروں گا۔"

"تو ٹھیک ہے تمہیں مشی کی ہی فکر ہے تو تم اُسکے ساتھ رہو۔میں الگ ہو جاتی ہوں۔چھوڑ جاؤں گی تمہارا گھر۔خدا کی زمین بہت بڑی ہے۔"

باہر نکلتے بالاج کے قدم تھم گئے تھے۔اُس نے بے یقینی سے مڑ کر دیکھا کہ آیا یہ بات رجاء نے ہی کہی تھی۔

"میں مشی پر اور تم آنچ لائے بغیر ہر قدم اٹھاؤں گی۔مگر میں ایمی کا خون معاف نہیں کروں گی وہ بھی تب جب مجرم کو پکڑنا ناممکن نہ ہو۔سمجھے تم؟"

کھانستے ہوئے وہ مضبوطی سے بولی تھی۔بالاج کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا مگر اب کی بار وہ خود کو رجاء کے قریب جانے سے روک چکا تھا۔وہ مزید اُس کے ساتھ زور زبردستی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم نے ابھی کیا کہا۔؟"

شیلف سے برتن اٹھا کر زمین پر مارتے وہ چلایا تھا۔سرخ آنکھوں سے وہ اُسے ہی گھور رہا تھا جبکہ رجاء نے گھبرا کر باہر سوئی مشعال پر نظر ڈالتے کہا۔

"بالاج پلیز آرام سے بات۔"

"میں نے پوچھا کیا بکوااس کی ہے تم نے؟"

اُسکی بات کاٹتے وہ چلایا تھا۔رجاء کو اُس کے انداز پر غصہ آ رہا تھا۔وہ اب رجاء کو کسی بھی خاطر میں نہیں لانا چاہتا تھا۔وہ اندر ہی اندر کُرلا رہی تھی۔شدید محبت کرنے والا شخص اِس قدر بدل چکا تھا اُسکا دکھ تو بنتا تھا۔

"میں نے کہا میں ایمی کا کیس بند نہیں ہونے دوں گی۔چاہے اُس کے لیے مجھے تمہارا گھر چھوڑ کر۔"

وہ بھی اُسی کے انداز میں بول رہی تھی مگر بالاج نے بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔اُسکے بازو دبوچے وہ سرد لہجے میں دوہرا رہا تھا۔

"میرا گھر چھوڑو گی تم۔؟"

خون آشام نظروں سے اُسے گھورتے وہ شدید غصے میں لگ رہا تھا۔پہلے رجاء کی ڈھیروں غلطیاں اور اُن پر اُسکی ہٹ دھرمی اُسے پاگل کر رہی تھی۔وہ اُسکے برے رویے اور اُسکی دی تکلیف کو بھی ہر

حال میں برداشت کر جاتی۔بالاج اُسے جانتا تھا کہ وہ اِس سب سے کبھی نہیں ڈرے گی۔اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اب اُسکی کمزوری کیا ہے۔

"میں یہ نوبت ہی نہیں آنے دوں گا۔"

سرد لہجے میں اُس نے جتایا۔یکدم اُسکے ٹھنڈے پڑ جانے پر رجاء کو حیرت ہوئی۔وہ اُسے اپنے ساتھ لیے کچن اور پھر لاؤنج سے باہر نکل گیا۔اُسے رجاء کو اپنے ساتھ گھسیٹنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ وہ خود خاموشی سے اُسکے ساتھ کھینچی چلی جا رہی تھی۔

وہ اُسے گھر کے اندرونی حصے سے باہر گیراج میں لے آیا تھا۔وہاں بالاج کی بائیک کھڑی تھی اور اُس سے کچھ فاصلے پر جنریٹر اور کچھ فالتو سامان تھا۔رجاء نا سمجھی سے اُسے دیکھ رہی تھی جو اب اُسکا ہاتھ چھوڑتے اُس فالتو سامان سے کچھ تلاش کر رہا تھا۔پھر اُس نے بالاج کو جنریٹر فیول سے بھری گیلن نکالتے دیکھا۔اُسے بوتل کا ڈھکن کھولتے دیکھ کر ایک لمحے کو اُسکی آنکھیں پھیلیں، وہ یقیناً یہ فیول اُسی پر الٹنے آ رہا تھا۔وہ زخمی سا مسکراتے بولی۔

"مجھے افسوس ہے بالاج کہ تم محبت کرنا اور محبت سے بات کرنا بھول چکے ہے۔مگر میں اب بھی تم سے ہی محبت کرتی ہوں۔تمہارے ہاتھ سے تو مجھے مرنا بھی قبول ہے۔"

"تم سے کس نے کہا میں تمہیں ماروں گا۔؟"

وہ تمسخرانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔جانتا تھا اُسکا جواب ایسا ہی ہو گا۔اُسکی اِس وقت صرف ایک ہی کمزوری تھی۔اور وہ تھا بالاج۔!

رجاء ابھی اُسکی بات کا مقصد سمجھتی کہ بالاج نے بوتل خود پر الٹنا شروع کر دی۔

"بالاج"

رجاء کے پیروں تلے سے زمین کِھسک گئی تھی۔اُسکا تیزی سے پٹرول میں بھیگتا وجود رجاء کا دل دہلا گیا۔

"پاگل ہو؟ یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ تیزی سے اُسکی طرف بڑھی اور اُسکے ہاتھ سے بوتل لینے کی کوشش کی۔وہ نفی میں سر ہلاتا اُس سے کچھ فاصلے پر ہو گیا۔

"چھوڑو اِسے۔چھوڑ دو اِسے خدا کا واسطہ۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔جبکہ بالاج اُسکی سنے بغیر پوری بوتل الٹا کر اب جیب سے لائیٹر نکالتے مضبوطی سے بولا۔

"میں مر جاؤں گا تو جو جی میں آئے کر لینا۔مگر میرے جیتے جی نہیں رجاء۔"

"نہیں نہیں۔"

وہ تڑپ کر اُسکی طرف بڑھی مگر وہ ہنوز نفی میں سر ہلاتا اُسے دور کرتا رہا۔اِس سے پہلے کہ وہ لائیٹر کا شعلہ جلاتا رجاء تڑپ کر اُسکے قدموں میں گری۔

"تم جو کہو گے ویسا ہی کروں گی۔مگر مجھے یہ سزا مت دو۔"

بالاج کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔اُس نے لائیٹر خود سے کافی دور اچھال دیا۔وہ گھٹنوں کے بل گری روتے ہوئے کہہ رہی۔

"مجھے سب منظور ہے بس یہ سزا مت دو۔مت کرو پلیز مشی کی خاطر۔"

وہ بھی زمین پر اُسکے سامنے ایک گھٹنا موڑے بیٹھ گیا۔وہ سر جھکائے سسک رہی تھی۔اُسکے قریب بیٹھنے پر پٹرول کی بُو سے اُسکی سانس رکنے لگی تھی مگر اُس نے کوئی حرکت نہیں کی تھی کہ اگر اُسکی سانس رُک رہی تھی تو بالاج کا کیا حال ہو گا؟ اُس نے رجاء کے بالوں میں ہاتھ پھنسائے اُسکا چہرہ اوپر کیا۔رجاء نے اُسکی طرف نہیں دیکھا تھا اور بالاج بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ اُسکی طرف نہ دیکھے۔

"اِسے میری طرف سے دھمکی کبھی نہ سمجھنا رجاء۔تم نے آئندہ میرے مزاج کے خلاف کچھ کہا بھی تو میں دوبارہ تمہاری التجائیں، اللہ اور مشی کے واسطے کچھ نہیں سنوں گا۔میں پاگل ہو چکا ہوں یہ میں خود اپنی زبان سے تسلیم کر رہا ہوں۔اور پاگل کچھ بھی کر سکتا ہے۔کچھ بھی۔!"

اُسکی آنکھیں اور تیزی سے بہنے لگیں تھیں۔آنسو اب زمین بِھگو رہے تھے۔

"آج پہلی اور آخری دفعہ سمجھا رہا ہوں اِس لیے میری بات غور سے سن لو۔میں جس بھی جگہ میں تمہیں رکھوں گا تم صرف وہیں رہو گی۔میرے گھر کی دہلیز تمہاری آخری حد ہے رجاء۔اِسے عبور کرنے کا سوچنا بھی مت۔"

یخ ٹھنڈے لہجے میں بولتا وہ اُسے پابند کر رہا تھا۔رجاء کے سر پر گرفت بے اختیار سخت ہوئی یہاں تک کے بال کھنچنے لگے تھے مگر اُس نے اف تک نہیں کہا تھا۔بس بے آواز رو رہی تھی۔

"سُنا تم نے؟"

اُس نے جھٹکا دے کر پوچھا تو جواب میں رجاء بس سر ہلا سکی تھی۔

"اور آئندہ میرے سامنے زبان چلانے سے پہلے سوچ لینا کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔!"

آہ.....تو اُس نے خود کو شوہر تسلیم کر ہی لیا تھا۔پر کیا بھی تو کس لیے؟ اپنا دھونس جمانے کے لیے۔!اُس نے سرخ اور بھیگی آنکھوں سے بالاج کی طرف دیکھا۔آنسوؤں کے بیچ شکوہ ہلکورے رہا تھا۔بس یہی بالاج نہیں چاہتا تھا۔اُسکے دیکھنے پر اُس نے سرعت سے نظریں چرائیں۔

"زندگی کے جتنے دن رہ گئے ہیں خاموشی سے گزار لو۔تمہاری زبان سے مشی کے علاوہ کسی کا نام نہیں نکلنا چاہیے۔ایمی کا بھی نہیں۔بھول جاؤ ہر چیز۔"

اب کی بار وہ سنجیدگی اور تیزی سے بولا۔رجاء بے حس و حرکت بس اُسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔یہ وہ چہرہ تھا جس پر رجاء کے لیے ہمیشہ نرمی اور محبت ہوا کرتی تھی اور اب نفرت کے سوا کچھ ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتا تھا۔

"ویسے مجھے تم پر خاک برابر بھی اعتبار نہیں ہے مگر میں تمہیں مشی کی صورت اپنی ایک اور امانت سونپنے پر مجبور ہوں۔تمہاری دنیا اب صرف مشی ہے۔"

وہ مسلسل بول رہا تھا اور رجاء خاموشی سے اُسکی باتیں حفظ کر رہی تھی۔اُسکی زبانی اپنی زندگی کا مقصد سُن رہی تھی۔

"تم صرف وہی کرو گی جس کی میں اجازت دوں گا۔تمہیں سمجھ آئی؟"

یہ پوچھتے ہوئے اُس نے رجاء کی آنکھوں میں دیکھا۔رجاء اُسکی شرارے لپکاتی آنکھیں دیکھ سکتی تھی۔ اُسکی گرفت سخت ہونے پر اُس نے تکلیف سے آنکھیں میچتے سر ہلایا تو بالاج نے جھٹکے سے اُسے چھوڑ دیا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے یقین ہے کہ اپنا پچھلا رکارڈ دیکھتے ہوئے تم مزید کوئی غلطی نہیں کرو گی۔"

"اور نہ کرو یہی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔!"

ٹھوس لہجے میں ہر لفظ پر زور دیتے وہ بولا اور تیزی سے مین دروازے کی طرف بڑھ گیا۔دروازہ بند کرنے کی زور دار آواز پر رجاء نے بھیگی آنکھوں سمیت مڑ کر دیکھا۔وہ باہر نہیں گیا تھا بلکہ دروازہ بند کر کے اُسے اندر سے تالا لگا رہا تھا۔اپنا کام مکمل کر کے وہ اندر جانے کے لیے واپس مڑا تو رجاء کو اپنی اور ہی تکتے پایا۔ہوا میں اُسکے سامنے چابی لہراتے وہ تاسف سے بولا۔

"افسوس کہ تم اب قابلِ اعتبار نہیں رہیں رجاء۔"

اپنی بات کہہ کر وہ اُسے وہیں چھوڑے اندر چلا گیا۔اُسے اب کوئی پریشانی نہیں تھی کیونکہ وہ رجاء کو اچھے سے پابند کرنے کے ساتھ تالا بھی لگا چکا تھا۔وہ جانتا تھا اب رجاء اُسکی مخالفت تو دور کبھی اُس کی بات ٹالے گی بھی نہیں کیونکہ وہ اُسکی کمزوری جان چکا تھا۔

گھر میں اپنی موجودگی کے باوجود بھی وہ دروازے کو اندر سے تالا لگا کر اُس پر یہ واضح کر چکا تھا کہ اُسے رجاء پر اتنا بھی اعتبار نہیں رہا۔وہ وہیں زمین پر ڈھیتے زاروقطار رونے لگی تھی۔وہ اُسے محض اپنا نام دے کر، زندگی اُس پر تنگ کر چکا تھا۔وہ جانتی تھی وہ تھک جائے گی۔ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی مگر اُسکی محبت اُس سے یہ سب کروانے پر مجبور تھی۔!

****

جاری ہے

PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS